© rasailojaraid.com



# حرفِ اوّل ریب نے تبدیل نے

قسط چہارم

تحریر: مولانا منظور احمد آفاقی، نوتک محمید، ڈیرہ غازی خان

## شرار بولہبی کی ستیزہ کاریاں

کوئی جاہل یا کم علم آدمی قرآن کے بارے میں ہرزہ سرائی کرے تو اسے بھی برداشت نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ ایک پڑھا لکھا' مہذب اور روشن خیال آدمی اللہ کے کلام کے بارے میں تحقیق (Research) کی آڑ میں زہر افشانی کرے اور توقع رکھے کہ اس کی اس "علمی کاوش" کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا! حاشا وکلا- اس کی اس نادر تحقیق پر خاموش رہنا گناہ اور اسے قبول کرنا موجب کفر ہے- اس علمی خیانت اور مذہبی بددیانتی کی تردید کرنا اور حقیقت کو واضح کرنا بے حد ضروری ہے تا کہ عام لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں- اور (خصوصاً) مسلمانوں میں قرآن حکیم ایسی قطعی کتاب کے باب میں شکوک و شبہات سر نہ اٹھانے پائیں-

آیئے ان استشراقی علمبرداران علم و تحقیق کے رخ سے نقاب الٹیں اور ان کی بہائی ہوئی الٹی گنگا کا رخ حق کے سمندر کی طرف پلٹیں-

## ہر فتنہ کہ برخیزد از کوئے تو برخیزد

پادری برکت اللہ نے اسلام کے خلاف انتہائی دل آزار کتابیں لکھی ہیں- بائیبل کا دفاع کرتے ہوئے ان کے قلم نے قرآن کے باب میں جا بجا زہر اگلا ہے- وہ اپنی ایک کتاب "قدامت واصلیت اناجیل اربعہ" میں لکھتے ہیں-

"ہمارے مسلم برادران قرآن و حدیث میں تمیز کر کے قرآن کو خدا کا کلام اور حدیث کو رسول کا کلام کہتے ہیں- لیکن ہر عاقل پر یہ بات روشن ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ انسان کے بنے ہوئے کسی مکان میں سکونت نہیں کرتا' اسی طرح وہ انسان کی زبان کے بنے ہوئے الفاظ کی بولی بھی نہیں بولتا قرآن میں خود آیا ہے-

"وما کان لبشر ان یکلمه اللّٰه الا وحیا-"

یعنی کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے مگر بذریعہ وحی کے-"

(سورہ شوریٰ آیت ۵۰) (۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



قرآن کے مطابق وحی کا مطلب کسی انسان کے جی میں بات ڈالنا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

"واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه۔" ان ارضعیہ

"یعنی ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی یعنی اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ موسیٰ کو دودھ پلائے (قصص) اور سورہ نحل میں ہے کہ خدا نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی وغیرہ۔ لہٰذا اگر قرآن خدا کلام ہے تو وہ ان معنوں میں نہیں کہ اس کے الفاظ خدا کے اپنے منہ کے الفاظ ہیں کیونکہ خدا کا نہ تو کوئی منہ ہے' نہ زبان اور نہ الفاظ۔ اس کی ذات ایسی باتوں سے بالا اور منزہ ہے۔ پس ظاہر ہے کہ قرآن بھی حدیث کی طرح رسول عربی کا کلام ہے جو خدا کی طرف سے القا اور الہام کا نتیجہ ہے اور جو ماخذوں سے جمع کیا گیا تھا اور دیگر کتب کی طرح تالیف کیا گیا تھا۔" (۲)

مستشرقین اور پادری صاحبان کلام اللہ اور انسانی کلام میں سرے سے کوئی فرق ہی محسوس نہیں کرتے۔ چونکہ وہ اپنی "کتاب مقدس" کو انسانی تصنیف قرار دیتے ہیں لہٰذا ان کی نظر میں قرآن بھی انسانی تصنیف ہے۔ ان کے خیال میں قرآن اور حدیث ایک ہی انداز کا کلام ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ چند آیات قرآنی اور چند احادیث نبوی کو ملا کر لکھ لیجئے۔ پھر خالی الذہن ہو کر انتہائی غیر جانبداری سے ان کا مطالعہ کیجئے۔ یقیناً آپ دونوں کے اسلوب میں واضح فرق محسوس کریں گے۔ حدیث میں آپ کو مختلف انسانی احساسات اور کیفیات ملیں گی۔ رسول اللہ ﷺ مکی اور مدنی زندگی میں مختلف مراحل سے گزرے تھے۔ آپ کی زندگی میں خوشی اور غمی' تنگ دستی اور فراخی' پابندی اور آزادی' محکومی اور حاکمیت' وغیرہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ان انسانی عوارض نے آپ کی زندگی پر گہرے نقوش چھوڑے جن کا اثر آپ کے کلام میں صاف محسوس ہوتا ہے اس کے برعکس پورے قرآن میں کہیں بھی ایسے انسانی جذبات نظر نہیں آتے۔ مثلاً غزوۂ بنی المصطلق کے بعد منافقین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔ خاندان نبوت ایک ماہ تک شدید کرب و الم کا شکار رہا۔ اس واقعۂ افک کے دوران رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ان حدیثوں میں ایک دکھی انسان کے جذبات و احساسات نمایاں ہیں۔ اس موقع پر "سورۃ نور" نازل ہوئی جس میں تہمت لگانے والے گروہ کی نشاندہی کی گئی' معاشرے کو فحاشی سے پاک رکھنے کے احکامات دیئے گئے' اور مسلمانوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا گیا۔ لیکن پوری سورت میں کہیں بھی وہ تلخی نظر نہیں آتی جو ایسے گھٹیا الزام کے وقت عام طور پر شریف لوگوں میں دیکھی جاتی ہے۔ قرآن میں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ انسان سے بالاتر ہستی کا کلام ہے۔

پادری صاحب کا یہ کہنا "جس طرح حق تعالیٰ انسان کے بنے ہوئے کسی مکان میں سکونت نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کرتا اسی طرح وہ انسان کی زبان کے بنے ہوئے الفاظ کی بولی بھی نہیں بولتا" ایک مغالطے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ذرا سا بھی علم نہیں رکھتے۔ سنگ و خشت سے بنے ہوئے مکان (عمارت) میں جسم (طول' عرض اور عمق رکھنے والی اشیاء) سکونت اختیار کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کیونکہ وہ جسم سے پاک ہے' اس کے باوجود وہ مکان (شش جہات) اور لا مکان میں یکساں موجود ہے۔ وہ دل و دماغ سے پاک ہے لیکن نظام کائنات کو چلانے کی تدبیر کرتا ہے' وہ آنکھوں سے پاک ہے لیکن ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے وہ کانوں سے پاک ہے لیکن ہر آواز کو سنتا ہے وہ زبان سے پاک ہے لیکن ہر زبان بولتا ہے' اس کے یہ افعال ما یلیق بشانہ (اس کی شان کے لائق) ہوا کرتے ہیں۔ اس نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور شب معراج میں رسول اللہ ﷺ سے براہ راست باتیں کیں۔ اس نے دیگر انبیاء کرام پر اپنا کلام انسانی زبان اور محاورے کے عین مطابق نازل کیا۔ ان قدسی نفوس نے اللہ تعالیٰ سے کلام حاصل کر کے امتوں تک پہنچایا۔ لوگوں نے بھی اس کلام کو سنا' سمجھا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ اگر بقول پادری صاحب "وہ انسان کی زبان کے بنے ہوئے الفاظ کی بولی بھی نہیں بولتا" تو یہ سارا سلسلہ وحی و الہام بے کار و عبث قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور انسان کی باہمی گفتگو اور انسانی الفاظ میں ایک دوسرے سے بات چیت کے بارے میں بائیبل کے صفحات بھرے پڑے ہیں اور زبان حال سے پادریوں کی تردید کر رہے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

(الف) "تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟ اس نے کہا میں نے باغ میں تیری آواز سنی۔" (۳)

حضرت آدم علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی آواز سنی اسے سمجھا اور اس کا جواب دیا یہ تکلم انسانی زبان میں نہیں تھا تو کس زبان میں اور کس طریق پر تھا؟

(ب) "اور خداوند نے موسیٰ سے کہا تو بنی اسرائیل سے یہ کہنا کہ تم نے خود دیکھا کہ میں نے آسمان پر سے تمہارے ساتھ باتیں کیں۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔" (۴)

کیا اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ساتھ یہ گفتگو انسانی الفاظ میں اور ان کی مادری زبان میں نہیں تھی؟

(ج) "اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔" (۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنی بات اور اپنا کلام انبیاء کرام کے منہ میں (یا ان کے دل پر) انسانی الفاظ میں نازل کیا جسے انہوں نے وصول کر کے لوگوں تک بعینہٖ انہیں الفاظ میں پہنچایا۔ اور لوگ بھی اس کلام کی انہیں الفاظ میں تلاوت کرتے رہے۔

کیتھولک بائیبل میں تکوین (پیدائش) باب ۱۸ کی آیت ۲۱ کے تحت حاشیے میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

"خداوند کا اس طرح فرمانا اس وجہ سے ہے کہ وہ انسان سے انسان کی طرح بولتا ہے۔ تاکہ انسان اسے سمجھ سکے ورنہ وہ عالم الغیب ہے اور ہر ایک بات کو کلی طور پر جانتا ہے۔" (۶)

بائیبل کے ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے انسانی زبان میں بات کرتا ہے۔ کاش برکت اللہ نے اپنی "کتاب مقدس" پر ہی غور و فکر کر لیا ہوتا۔

پادری صاحب نے سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۱ کے ایک حصے سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے "کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے مگر بذریعہ وحی کے" اور وحی کا مفہوم سورہ نحل اور سورہ قصص کی آیات کی رو سے یہ سمجھا ہے۔ "قرآن کے مطابق وحی کا مطلب کسی انسان کے جی میں بات ڈالنا ہے۔" اور تان اس بات پر آکے توڑی ہے

"قرآن بھی حدیث کی طرح رسول عربی کا کلام ہے جو خدا کی طرف سے القا اور الہام کا نتیجہ ہے۔"

پادری صاحب کا دعویٰ اور استدلال دونوں غلط ہیں کیونکہ

سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۱ کا مفہوم ہی کچھ اور ہے۔ پادری صاحب نے آیت کے ایک حصے سے "عدم تکلم" کا مضمون کشید کیا ہے حالانکہ یہ پوری آیت "تکلم" پر دلالت کر رہی ہے۔

" وما کان لبشر ان یکلمه اللّٰه الا وحیا او من ورائ حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء انه علی حکیم۔" (۷)

"کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے (بالمشافہ) باتیں کرے ماسوائے (ان تین طریقوں کے) وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا فرشتے کے ذریعے کوئی پیغام بھیجے، وہ بلند اور دانا ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مذکورہ بالا آیت یہودیوں کے ایک معاندانہ مطالبہ پر نازل ہوئی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں جب کہ آپ نہ خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور نہ اس سے بالمشافہ گفتگو کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی انسان کے ساتھ بالمشافہ کلام نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے کلام کی تین صورتیں ممکن ہیں۔

الف۔ بذریعہ وحی۔ ب۔ پردے کے پیچھے سے۔ ج۔ فرشتے کے ذریعے۔

۱۔ وحی کا عام مفہوم دل میں بات ڈالنا ہے۔ یہ صرف خیال اور تصور تک محدود نہیں ہے بلکہ الفاظ اور معانی کے ساتھ مکمل کلام کو بھی شامل ہے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کرتے تھے یہ گفتگو بالمشافہ نہیں ہوتی تھی بلکہ ذات خداوندی بدستور حجاب میں رہتی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف آواز سنا کرتے تھے۔ کیونکہ ایک موقع پر انہوں نے زیارت کی درخواست کی تو جواب ملا "لن ترانی۔" (۸) تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام فرشتے کی وساطت سے نازل کیا۔ یہ کلام انسانی الفاظ میں ہوتا تھا۔ پورا قرآن حکیم اسی طریقے سے نازل ہوا۔

سورہ شوریٰ کی زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ کی انسان کے ساتھ صرف بالمشافہ گفتگو کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلق گفتگو اور کلام کی' جیسا کہ برکت اللہ نے سمجھا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں:

"اگر قرآن خدا کا کلام ہے تو وہ ان معنوں میں نہیں کہ اس کے الفاظ خدا کے اپنے منہ کے الفاظ ہیں کیونکہ خدا کا نہ تو کوئی منہ ہے' نہ زبان اور نہ الفاظ اس کی ذات ایسی باتوں سے بالا اور منزہ ہے۔"

برکت اللہ نے کسی اسلامی کتاب میں "کلام نفسی" کی بحث پڑھی ہوگی جس میں الفاظ نہیں ہوتے پھر اس بحث سے یہ مضمون اخذ کیا کہ پیغمبر کے دل پر اترنے والا کلام صرف معانی پر مشتمل تھا جسے الفاظ کا جامہ پیغمبر نے اپنی طرف سے پہنایا لہٰذا قرآن کلام اللہ نہیں' بلکہ کلام رسول ہے۔ اور یہ بات نظر انداز کر گئے کہ "کلام نفسی" جب لوح محفوظ میں منتقل ہوا تو وہ الفاظ کی شکل میں تھا اسی طرح آسمان دنیا پر' پھر وہاں سے قلب پیغمبر پر الفاظ کی شکل میں نازل ہوا۔ تاہم قلب پیغمبر پر کبھی کبھی ایسا کلام بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نازل ہوتا ہے جس کے ساتھ الفاظ نہیں ہوتے۔ اس کلام یا مضمون کو پیغمبر اپنے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں جسے "حدیث قدسی" کہا جاتا ہے۔ برکت اللہ اپنے "وسیع علم" کے باوجود "کلام نفسی"، "کلام لفظی"، "حدیث قدسی" اور "حدیث رسول" میں فرق نہیں کر سکے اور شدید قسم کے خلط مبحث کا شکار ہوئے ہیں نہ صرف خود ٹھوکر کھائی ہے بلکہ اپنے قارئین کو بھی شکوک و شبہات کی راہ دکھائی ہے۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند؟

موصوف کا یہ کہنا

"خدا کا نہ تو کوئی منہ ہے، نہ زبان اور نہ الفاظ، اس کی ذات ایسی باتوں سے بالا اور منزہ ہے"

ہمیں تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعضاء سے پاک ہے اس کا کلام اعضاء کا محتاج نہیں ہوتا وہ اپنی شان کے مطابق بولتا اور گفتگو کرتا ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ پادری صاحب کی "کتاب مقدس" اللہ تعالیٰ کا "منہ" تجویز کرتی اور اس سے نکلی ہوئی "بات" اور "ارشاد" کا ذکر فرماتی ہے، ملاحظہ کیجئے،

(الف) "انسان صرف روٹی ہی سے جیتا نہیں رہتا بلکہ ہر بات سے جو خداوند کے منہ سے نکلتی ہے وہ جیتا رہتا ہے۔" (۹)

(ب) "میں تجھے دنیا کی بلندیوں پر لے چلوں گا اور میں تجھے تیرے باپ یعقوب کی میراث سے کھلاؤں گا کیونکہ خداوند ہی کے منہ سے یہ ارشاد ہوا ہے۔" (۱۰)

(ج) "تب قوموں پر تیری صداقت اور سب بادشاہوں پر تیری شوکت ظاہر ہو گی اور تو ایک نئے نام سے کہلائے گی جو خداوند کے منہ سے نکلے گا۔" (۱۱)

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے!
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے!

## رخ بات کا انکار سے اقرار کی جانب

پادری برکت اللہ لکھتے ہیں۔

"جب رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۱۱ھ میں وفات پائی تو موجودہ قرآن احاطہ تحریر میں نہیں آیا تھا۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پھر انہوں نے حافظ نذیر احمد کے حوالے سے لکھا ہے:

"وحی کبھی ہرن کی جھلیوں اور کبھی اونٹ کی ہڈیوں اور کبھی کھجور کے پتوں کی کتلوں پر لکھی جاتی تھی۔" (۱۲)

دور نبوت میں وحی کی کتابت کو تسلیم کر کے انہوں نے اپنے پہلے دعویٰ کی خود ہی تردید کر دی ہے گویا انہوں نے اپنا اعتراض واپس لے لیا ہے۔ تحقیق و تنقید کا یہ نرالا انداز برکت اللہ ہی کو مبارک رہے۔

## فتنہ می کند آں نرگس فتاں کہ مپرس

پادری برکت اللہ رقم طراز ہیں:

"پہلی قسم کے ماخذ قرآن کے حافظ اور قاری تھے اور قرآن زیادہ تر ان کے سینہ میں ہی تھا۔ کیونکہ جھلیوں اور ہڈیوں اور کتلوں اور پتوں پر قرآن کا حصہ بہت کم لکھا جا سکتا تھا۔ لیکن اول، یہ حافظ آخر بشر تھے ان کے حافظہ سے بعض آیات فراموش ہو سکتی تھیں اور ہوئیں، بلکہ حدیث سے ظاہر ہے کہ خود رسول اللہ (ﷺ) بھی بعض آیات بھول جاتے تھے۔ دوم، رسول عربی کے جیتے جی ہجرت کے بعد ۹ سالوں کے اندر ۸۳ غزوات اور سریا (سرایا) ہوئے اور ان کی وفات کے بعد خلفاء کے زمانہ میں بہت جنگیں ہوئیں جن میں یہ حافظ قرآن مارے گئے۔ معرکہ یمامہ میں بالخصوص بہت سے حافظ قرآن کام میں آئے (کیا لاجواب اردو ہے!) پس قرآن کا وہ حصہ جو صرف ان کو ہی یاد تھا ان کے ساتھ ضائع ہو گیا چنانچہ ابن داود (ابن ابی داود) سے مروی ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے قرآن کی کسی آیت کو دریافت کیا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ آیت فلاں شخص کو یاد تھی جو کہ معرکۂ یمامہ میں قتل ہو گیا۔ یہ سن کر (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا "انا للہ" اور قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا۔" (۱۳)

موصوف نے (اپنی کتابوں میں) متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ قرآن مختلف ماخذوں سے جمع کیا گیا تھا اور اس کی تالیف دوسری کتابوں کی طرح ہوئی تھی "دوسری کتابوں" سے مراد بائیبل کی کتابیں بھی ہو سکتی ہیں۔ چونکہ یہ کتابیں انسانی تصانیف ہیں اس لئے ان کی تالیف متعدد ماخذوں سے ہوئی تھی لیکن قرآن کسی انسان کی تصنیف و تالیف نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے دور نبوت میں اسے مختلف اشیاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پر لکھا ضرور گیا تھا لیکن یہ اشیاء اس کے مآخذ نہیں تھے۔ دور صدیقی و عثمانی میں ان اشیاء سے کاغذ پر صرف نقل کیا گیا تھا نہ کہ ان مزعومہ مآخذ سے حاصل کیا گیا تھا۔ مذکورہ بالا اقتباس میں بھی پادری صاحب نے حفاظ اور قرآء کو قرآن کا پہلا ماخذ قرار دے کر غلطی کی ہے۔ کیونکہ "مصحف ام" اور "مصحف امام" کی جمع و تدوین کے وقت مختلف اشیاء پر لکھے ہوئے قرآن کی حافظ اور قاری حضرات صرف تصدیق کرتے تھے نہ کہ اپنی طرف سے املاء کراتے تھے۔

موصوف لکھتے ہیں۔

"جھلیوں اور ہڈیوں اور کتلوں اور پتوں پر قرآن کا حصہ بہت کم لکھا جا سکتا تھا۔"

ایک جھلی' ایک ہڈی' ایک پتے وغیرہ پر مکمل قرآن نہیں لکھا جا سکتا تھا بلکہ قرآن کی ایک سورت یا چند آیتیں لکھی جا سکتی تھیں لیکن یہ تصور کرنا قطعاً غلط ہو گا کہ ان تمام اشیاء پر مکمل قرآن تحریر نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ یہ بات متواتر احادیث و روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اہل عرب جن اشیاء کو کاغذ کی جگہ استعمال کرتے تھے ان اشیاء پر قرآن حکیم کو تحریر کیا گیا اور آنحضرت ﷺ کی وفات سے قبل ان اشیاء پر مکمل قرآن لکھ لیا گیا تھا۔

برکت اللہ مزید لکھتے ہیں:

"لیکن اول یہ حافظ آخر بشر تھے ان کے حافظہ سے بعض آیات فراموش ہو سکتی تھیں اور ہوئیں بلکہ حدیث سے ظاہر ہے کہ خود رسول اللہ (ﷺ) بھی بعض آیات بھول جاتے تھے۔"

موصوف نے صحابہ کرام کے حافظہ سے بعض آیات کے فراموش ہونے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ اگر بالفرض کسی ایک شخص سے کوئی ایک آدھ آیت فراموش ہو گئی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آیت تمام صحابہ کرام کو بھی بھول گئی ہو گی اور جن اشیاء پر قرآن لکھا ہوا تھا وہاں سے بھی محو ہو گئی ہو گی اور اس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے وہ اس آیت سے خالی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عرب کا حافظہ غضب کا تھا بھول چوک کا امکان بہت ہی کم اور نہ ہونے کے برابر تھا جو لوگ حضرت آدم علیہ السلام تک اپنے نسب نامے فر فر دہراتے' ہزاروں اشعار پر مشتمل قصیدے زبانی پڑھتے اور لمبی چوڑی کہانیوں اور داستانوں کو صرف ایک ہی بار سن کر یاد کر لیا کرتے تھے ان کے بارے میں یہ کہنا بہت ہی مشکل ہے کہ وہ قرآن کو ازبر کرنے کے بعد بھول جاتے ہوں گے۔

صحابہ کرام کی قوت حافظہ اور مکمل قرآن کے محفوظ ہونے کی شہادت ولیم میور بھی دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"ان کی قوت حافظہ انتہائی درجہ پر تھی۔ اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے۔ ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا' اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب' پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے۔" (۱۴)

موصوف اسی موضوع پر مزید لکھتے ہیں:

"کوئی جزء' کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو۔ نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ اگر ایسے الفاظ یا فقرے ہوتے تو ضرور تھا کہ ان کا تذکرہ ان احادیث میں ہوتا جن میں (حضرت) محمد (ﷺ) کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی افعال اور اقوال کی نسبت محفوظ رکھی گئی ہیں۔" (۱۵)

بایں ہمہ احتیاط اگر کسی صحابی سے کوئی آیت بھول جاتی تو دوسرے صحابہ کرام کے پڑھنے یا بتانے سے اسے یاد ہو جاتی تھی یا مصحف میں دیکھنے سے یاد کی جاتی تھی۔ لہٰذا وقتی طور پر کسی آیت کے بھولنے سے قرآن میں کسی طرح بھی نقص واقع نہیں ہوتا اور یہی معاملہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی رہا ہے (☆)۔

برکت اللہ نے دوسرا شبہ یہ لکھا ہے کہ غزوات اور سرایا میں بہت سے حافظ قرآن کام آئے' اور قرآن کا جو حصہ انہیں یاد تھا وہ ان کے ساتھ ہی ضائع ہو گیا۔ انہوں نے اپنے اس دعویٰ کا بھی کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ یہ درست ہے کہ غزوات نبوی' خلفاء راشدین کے دور میں لڑی گئی جنگوں اور خصوصاً معرکۂ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک اچھی خاصی تعداد شہید ہوئی تھی لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان مجاہدین اور شہداء کے علاوہ مختلف شہروں میں حفاظ کی بہت بڑی تعداد موجود ہوتی تھی جو صرف قرآن پڑھتے اور دوسروں کو پڑھاتے تھے نیز ان کے پاس قرآن مکتوب کے بے شمار نسخے بھی موجود تھے جن کا شمار دور فاروقی میں لاکھوں میں تھا (☆) لہٰذا جنگوں میں حفاظ کی شہادت سے قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ قرآن کا کوئی حصہ صرف ان شہید ہونے والے مجاہدوں کو یاد تھا اور دوسروں کو نہیں تھا کیونکہ دور نبوت میں ایسے آدمیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جنہیں مکمل قرآن حفظ تھا' اور خلفاء راشدین کے زمانے میں ان کی

---

(☆) اس موضوع پر ان شاء اللہ ہم آئندہ صفحات میں مفصل بحث کریں گے۔

(☆) حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تعداد بڑھتی چلی گئی، نیز مدارس میں مکمل قرآن پڑھایا جاتا تھا، پنجگانہ نمازوں اور تراویح میں بھی پورے کا پورا قرآن پڑھا، سنا اور سنایا جاتا تھا۔ قرآن مکتوب پارچہ جات میں، "مصحف ام" اور "مصحف امام" میں بھی مکمل موجود تھا اور اس میں کسی آیت و سورت کی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

برکت اللہ نے ابن ابی داود کی ایک روایت سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک آیت معرکہ یمامہ میں شہید ہونے والے ایک مجاہد کے ساتھ ضائع ہو گئی اور قرآن میں درج نہ ہوئی۔ اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ھذا منقطع"(۱۶) یہ روایت منقطع ہے۔

علامہ راغب طباخ لکھتے ہیں "یہ روایت منقطع ہے۔ کیونکہ حسن نے عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔"(۱۷)

'منقطع' ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔ اس قسم کی احادیث و روایات جو قرآن اور صحیح احادیث کے مخالف ہوں (محدثین کی تصریح کے مطابق) کسی درجے میں بھی قابل قبول نہیں ہیں۔

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

## دروغ گورا حافظہ نہ باشد

برکت اللہ نے قرآن کے بارے میں بغیر تحقیق کے محض سنی سنائی باتیں لکھ دی ہیں اور قرآن کے خلاف جو بغض و عناد دل میں رکھتے تھے اسے صفحۂ قرطاس پر اگل دیا ہے اور یہ بھول گئے کہ وہ تقریباً یہی باتیں بائبل کے بارے میں بھی لکھ چکے ہیں۔ وہ اپنی ایک کتاب "صحت کتب مقدسہ" میں لکھتے ہیں۔

"پہلی صدی مسیحی میں کتابیں پے پائرس پر لکھی جاتی تھیں -------- یہ پودا مصر میں دریائے نیل کے کناروں پر بکثرت پایا جاتا تھا -------- اس کے بہت سے ٹکڑے اکٹھے لمبان میں جوڑ کر ایک لمبا طومار جو طول میں عموماً تیس فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا تھا تیار کیا جاتا تھا۔ اس طومار کو کاتب نقل کر کے لپیٹ لیتے تھے --------

مذکورہ بالا اندازہ سے ہم پر ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ چونکہ طومار کی لمبائی عموماً ۳۰ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی، لہٰذا انجیل نویس اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ان کو جو کچھ لکھنا ہے وہ ۳۰ فٹ کے اندر اندر آ جائے۔ لہٰذا وہ اختصار کو مدنظر رکھتے تھے۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداوند مسیح کے کلمات طیبات اور معجزات وغیرہ میں سے وہ صرف چیدہ چیدہ باتیں ہی لکھ سکتے تھے تاکہ ضخامت طومار سے بڑھ نہ جائے۔" (۱۸)

موصوف اپنی ایک دوسری کتاب میں اسی موضوع پر مزید لکھتے ہیں:

"حال ہی میں ملک مصر میں بعض پارے دستیاب ہوئے ہیں جو پیپائرس پر لکھے ہیں جن میں خداوند کے نئے کلمات (New Sayings of Jesus) سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ان کے علاوہ آنخداوند کے بعض ایسے مستند اقوال موجود تھے جو اناجیل اربعہ میں درج نہیں ہیں ----- بعض ایسے معتبر اور مستند کلمات غیر مروجہ اناجیل میں بھی محفوظ ہیں جو سینہ بہ سینہ ان کے مصنفوں تک پہنچے تھے۔" (۱۹)

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر پادری جی لکھتے ہیں۔

"انجیل نویسوں کو آنخداوند کے کلمات طیبات اور معجزات اور سوانح حیات میں سے انتخاب کرنا پڑتا تھا اور انہوں نے نہایت حزم و احتیاط سے کام لے کر اپنے مقصد کے تحت صرف انہی واقعات کو قلمبند کیا جو زیادہ سے زیادہ تیس یا بتیس فٹ کے طومار پر لکھے جا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقدس متی اور مقدس لوقا انجیل دوم کو نقل کرتے وقت بعض الفاظ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً مرا / ۲۳ کو نقل کرتے وقت مقدس لوقا الفاظ "اور فی الفور" کو چھوڑ دیتا ہے۔ متی اور لوقا انجیل مرقس ۱۴/۵۱ یا ۹: ۱۴-۲۹ کو نقل کرتے وقت اس مقام کی تفصیلات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (متی ۱۷: ۱۴-۲۰ و لوقا ۹: ۳۷-۴۱)" (۲۰)

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ ایک طومار میں مکمل انجیل نہیں سماتی تھی۔
۲۔ ہر طومار میں انجیل کو مختصر کر کے لکھا گیا۔
۳۔ انجیل کی بہت سی باتیں (کلمات مسیح وغیرہ) قلم بند ہونے سے رہ گئیں۔
۴۔ ایک انجیل کو نقل کرتے وقت اولین انجیل نویس بھی بعض الفاظ کو چھوڑ دیتے تھے۔
۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض مستند اقوال اناجیل اربعہ میں درج نہیں ہوئے۔
۶۔ غیر مستند اور غیر مروجہ اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض مستند اقوال محفوظ ہیں حالانکہ انہیں اناجیل اربعہ میں درج ہونا چاہئے تھا

جن لوگوں کی اپنی مقدس کتابیں زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکیں وہ قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حکیم کو کس منہ سے "غیر محفوظ" کہتے ہیں؟ کیا انہیں آفتاب عالمتاب کو تاریک و سیاہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

## چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

"قرآن کے دوسرے مآخذ اس قسم کے تھے کہ وہ پائدار نہ تھے اور منتشر حالت میں تھے جو قریب نصف صدی تک محفوظ رہ سکتے۔ ان کو جمع کرنے اور جمع کرنے کے بعد ان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔"(۲۱)

موصوف نے قرآن حکیم کے جن دوسرے "مآخذ" کا ذکر کیا ہے ان سے ان کی مراد اونٹ کے شانے کی ہڈیاں، پتھر کی سلیں، کھجور کی شاخیں، رق (چمڑے کے باریک پارچے) کاغذ کے ٹکڑے وغیرہ ہیں۔ ان میں سے بیشتر اشیاء پائدار ہیں پتھر کی سلوں (الواح) پر لکھی اور کھدی ہوئی تحریریں صدیوں تک محفوظ رہتی ہیں۔ چمڑے اور کاغذ پر لکھے ہوئے مصاحف عثمانیہ و علویہ اور خیرالقرون کے متعدد نسخہ ہائے قرآن آج تک محفوظ چلے آتے ہیں۔ دنیا بھر کے عجائب گھروں (Museums) اور آثار قدیمہ کے مراکز میں ان اشیاء پر لکھی ہوئی قرآن سے بھی زیادہ پرانی تحریریں محفوظ ہیں لہٰذا ان اشیاء کو غیر پائدار کہنا کم از کم قسیس معظم کو زیب نہیں دیتا۔

برکت اللہ ہوں یا دوسرے مستشرقین، یہ سب پڑھے لکھے اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ ہیں، لیکن نہ جانے اسلام کے کسی موضوع پر لکھتے ہوئے ان کی عقل پر پتھر کیوں پڑ جاتے ہیں؟ مانا کہ دور نبوت میں اجزائے قرآنی منتشر حالت میں تھے اور کتابی شکل میں یکجا نہیں ہوئے تھے لیکن یہ تمام کتابت شدہ وحی آنحضرت ﷺ کے گھر میں محفوظ تھی۔ صحابہ کرام کے لکھے ہوئے مصاحف اور قرآنی اجزاء بھی ایک شہر کی حدود میں موجود تھے۔ اس کے برعکس انجیل کا حال یہ تھا کہ اس کے اجزاء دور دراز مقامات تک منتشر تھے اور انجیل نویسوں کو بڑی زحمت اٹھا کر انہیں جمع کرنا پڑا تھا۔ چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

"آنخداوند کی تعلیم رسولوں، مبلغوں اور مبشروں کی منادی میں اور کلیسیا کی روزانہ زندگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں چراغ راہ تھی۔ وہ ہر جگہ دہرائی اور سکھلائی جاتی تھی ---- یہ زبانی بیانات اور تحریری پارے جو دور اولین کے تھے، مختلف قیمتی پتھروں کی طرح جابجا دور دراز مقامات کی کلیسیاؤں میں بکھرے پڑے تھے۔ انجیل نویسوں نے ان قیمتی پتھروں کو جمع کیا اور ان سے اناجیل کے تاج بنائے۔" (۲۲)

دور دراز مقامات سے انجیل کے بکھرے ہوئے اجزاء جمع کرنے کی نسبت ایک ہی شہر سے قرآن کے اجزاء جمع کرنا کہیں زیادہ آسان تھا اور اس میں کمی بیشی کا وہ اندیشہ نہیں تھا جو انجیل کے جمع کرنے میں تھا۔

پادری صاحب معترف ہیں کہ شروع میں جن اشیاء پر قرآن حکیم لکھا گیا تھا وہ نصف صدی تک محفوظ رہ سکتی تھیں۔ لیکن ان کی نظر اس تاریخی حقیقت پر کیوں نہیں پڑی کہ قرآن کو نصف صدی گزرنے سے بہت پہلے، دور نبوت کے متصل ہی بعد ۱۱ھ اور ۱۲ھ میں کتابی شکل دے دی گئی تھی اور ۲۵ھ سے ۳۰ھ کے عرصے میں اس نسخہ قرآنی کی نقول تیار کرا کے مملکت اسلامیہ کے مختلف صوبوں کی طرف بھیج دی گئی تھیں۔ نیز قرآن کے حفظ کا اہتمام تو نزول وحی کے ابتدائی دور ہی سے کر لیا گیا تھا۔ بالفاظ دیگر قرآن حکیم کی حفاظت کے (نجی اور سرکاری) انتظامات انتہائی معیاری تھے جن سے قرآن کے ضائع ہونے کے امکانات بالکل ختم ہو گئے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں جنھیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس وضاحت کے بعد پادری صاحب کی تحریر پر دوبارہ نظر ڈالئے۔

"قرآن کے دوسرے ماخذ اس قسم کے تھے کہ وہ پائدار نہ تھے اور منتشر حالت میں تھے جو قریب نصف صدی تک محفوظ رہ سکتے۔ ان کو جمع کرنے اور جمع کرنے کے بعد ان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔"

کیا یہ سفید جھوٹ نہیں ہے؟ کیا اس پادریانہ لکھت میں کہیں رتی بھر صداقت نظر آتی ہے؟ اس پر طرہ یہ کہ انہوں نے اپنے اس جھوٹ کو اردو کے جس "فصیح و بلیغ" اسلوب میں پیش کیا ہے اس نے سونے پر سہاگہ پھیر دیا ہے۔

اگر تحقیق (Research) اسی کا نام ہے کہ جھوٹ لکھا جائے اور دھڑلے سے اس کی نشر واشاعت کی جائے تو پھر صداقت نام کی کوئی شئے دنیا میں باقی نہیں رہے گی۔ اور سچ کے متلاشی اس "اعلیٰ پائے کی تحقیق" کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔

جو ایک تھا اے نگاہ، تو نے ہزار کر کے ہمیں دکھایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہی اگر کیفیت ہے تیری تو پھر کسے اعتبار ہو گا؟

## حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

برکت اللہ لکھتے ہیں:

"قرآن کو جمع کرنے والا زید بن ثابت اس کام کا اہل نہیں تھا جو اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ قرآن کے چاروں مسلم الثبوت استادوں یعنی عبداللہ بن مسعود، سالم مولا ابن حذیفہ (سالم مولیٰ ابی حذیفہ) ابی بن کعب اور معاذ بن جبل میں سے کسی کو جمع قرآن کے لئے نہ کہا گیا لیکن یہ کام زید کو دیا گیا' جو بعد ہجر (ہجرت) مدینہ میں مسلمان ہوا تھا اور خورد سال (خرد سال) ہونے کی وجہ سے جنگوں میں بھی شریک نہ کیا گیا تھا۔ وہ نہ مشہور صحابہ میں سے تھا اور نہ اس کو قرآنی آیات و الفاظ کی ترتیب کا علم تھا۔ وہ حافظ قرآن بھی نہ تھا۔" (۲۳)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگوں نے گزشتہ انبیاء کے کلام سے یہ تعلیم پائی ہے۔

" اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ " (۲۴) فارسی میں اس کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے۔

"بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔" یعنی جب تجھ میں حیا نہیں رہی تو جو جی میں آئے کر گزر۔

شرم و حیا کا مادہ انسان کو گناہوں سے باز رکھتا ہے اور جس نے شرم و حیا کو خیرباد کہہ دیا ہو اسے گناہوں سے کوئی نہیں روک سکتا۔ پادری جی نے مذکورہ بالا تحریر میں کمال بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے اور اس قدر جھوٹ لکھا ہے کہ شاید اس کے اپنے حواری بھی اسے ہضم نہیں کر سکیں گے۔ تاریخ پر نظر رکھنے والے غیر مسلم اہل علم بھی اس ہرزہ سرائی پر تنقید کئے بغیر نہیں رہیں گے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دور نبوت اور دور خلفاء راشدین میں جس عظیم کام (جمع و تدوین قرآن حکیم) کے لئے چنا گیا تھا وہ اس کے سو فی صد اہل تھے۔ وہ اتنے ذکی اور ذہین تھے کہ صرف پندرہ دنوں کی تعلیم سے لکھنے پڑھنے میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ مزید برآں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم پر دو ہفتوں میں عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ (ابن سعد نے طبقات ۲ / ۳۵۸ میں اس کی صراحت کی ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے ان سے وحی کی کتابت کرائی اور ان کی کم سنی کو درخور اعتناء نہیں سمجھا کیونکہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔

"مصحف ام" اور "مصحف امام" کی جمع و تدوین کے کام میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تنہا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نہیں تھے جیسا کہ پادری جی نے سمجھا ہے بلکہ عہد صدیقی میں انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھرپور تعاون حاصل رہا اور عہد عثمانی میں تین صحابہ کرام (جن کا تعلق قریش سے تھا) ان کے ممد و معاون تھے۔ ان کے علاوہ پارچہ جات وغیرہ پر لکھے ہوئے قرآنی اجزاء کی تصدیق کے لئے حفاظ اور قراء بھی موجود ہوتے تھے۔ گویا قرآن حکیم کی ہر آیت ایک جماعت کی نگرانی میں جمع کی اور لکھی گئی تھی۔ اس طرح پورے قرآن حکیم کی کتابت اور مصاحف کی تیاری کے کام کو صحابہ کرام کی اجماعی تصدیق حاصل رہی۔ تاہم مصحف میں قرآن حکیم لکھنے اور نقول کی تیاری کے مکمل کام کی ذمہ داری حضرت زید رضی اللہ عنہ پر ڈالی گئی تھی جسے انہوں نے بحسن و خوبی نبھایا اور ثابت کر دیا کہ اس خدمت قرآنی کے وہی اہل تھے۔ جس شخص کی اہلیت کو معاصرین نے تسلیم کر لیا تھا' اسے آج کیونکر چیلنج کیا جا سکتا ہے؟

پادری جی کو شکوہ ہے کہ:

"قرآن کے چاروں مسلم الثبوت استادوں یعنی عبداللہ بن مسعود' سالم مولا ابن حذیفہ (سالم مولی ابی حذیفہ) ابی بن کعب اور معاذ بن جبل میں سے کسی کو جمع قرآن کے لئے نہ کہا گیا۔"

عہد صدیقی میں قرآن کی جمع و تدوین کا کام معرکہ' یمامہ کے بعد شروع ہوا تھا جبکہ حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر کمان عراق کی مہم میں مصروف جہاد تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عامل (گورنر) کی حیثیت سے یمن میں مقیم تھے۔ تدوین قرآن کے وقت مدینہ منورہ میں ان تینوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا لہٰذا انہیں اس خدمت قرآنی کی دعوت دینا چہ معنی دارد' اے تاریخ سے ناواقف بھولے بادشاہو؟

تاہم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اس عظیم کام میں بھرپور حصہ لیا تھا۔

پروفیسر صارم ان کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابی نام' ابوالمنذر و ابو طفیل کنیت' اقرأ القوم لقب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو "سید المسلمین" کہا کرتے تھے۔ بدر سے لے کر طائف تک تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عامل صدقہ مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں وہ مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نے بھی ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ ان سے ۱۶۴ حدیثیں مروی ہیں۔" (۲۵)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خدمات پر زبان طعن دراز کرنے والوں کو علم ہی نہیں ہے کہ جنہیں قرآن کے مسلم الثبوت استاد تسلیم کیا ہے ان کے حالات زندگی کیا ہیں اور تاریخ ان کے بارے میں کیا کہتی ہے! یا للعجب!! پادری برکت اللہ کی ڈگریوں سے ایک عام آدمی مرعوب سا ہو جاتا ہے لیکن ان کی تحریر کے انداز سے کچھ یوں جھلکتا ہے۔

دوزخ ہے ترا ذہن' ترا علم بہشت
بیدار مطالعہ ہے' خوابیدہ سرشت
قد اسناد' تا دو صد عرش بریں
قد افکار' کم تراز یک بالشت

* * * * * * * * * * * * *

پادری جی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شان میں ژاژخائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خورد سال (خرد سال) ہونے کی وجہ سے جنگوں میں بھی شریک نہ کیا گیا تھا۔"

علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاعلام" میں لکھا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے گیارہ برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اس تصریح کے مطابق مختلف جنگوں میں ان کی عمر حسب ذیل بنتی ہے۔

| غزوہ | سن ہجری | عمر (سالوں میں) |
|---|---|---|
| ۱- بدر | ۲ | ۱۳ |
| ۲- احد | ۳ | ۱۴ |
| ۳- خندق | ۵ | ۱۶ |
| ۴- صلح حدیبیہ | ۶ | ۱۷ |
| ۵- فتح مکہ | ۸ | ۱۹ |
| ۶- حنین | ۸ | ۱۹ |
| ۷- تبوک | ۹ | ۲۰ |

تاریخی واقعات پر نظر رکھنے والے اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنی کم سنی کی بنا پر غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔ بعض مؤرخین نے انہیں غزوہ احد میں شریک بتایا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ انہوں نے پہلے پہل غزوۂ خندق میں حصہ لیا تھا بہرکیف غزوۂ خندق سے غزوۂ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تبوک تک تمام غزوات میں ان کی شرکت تاریخی طور پر ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"استصغر یوم بدر ویقال انه شهد احدا و یقال اول مشاهده الخندق و کانت معه رأیة بنی النجار یوم تبوک۔" (۳۶)

بدر (کی لڑائی) کے دن وہ چھوٹے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے احد کی جنگ میں حصہ لیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا پہلا معرکہ غزوۂ خندق تھا اور غزوۂ تبوک میں تو ان کے ہاتھ میں بنی نجار کا جھنڈا تھا۔

مانا کہ جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر (اور احد) میں خرد سال تھے لیکن کیا وہ غزوۂ تبوک تک "خورد سال" ہی رہے؟ یعنی سالوں کو (خوردن مصدر سے) کھاتے رہے اور ان کی عمر میں کوئی اضافہ نہ ہوا؟

پادری جی کاتب وحی رضی اللہ عنہ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ نہ مشہور صحابہ میں سے تھا اور نہ اس کو قرآنی آیات و الفاظ کی ترتیب کا علم تھا۔ وہ حافظ قرآن بھی نہ تھا۔"

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مثلاً حسب ذیل تین کتابیں ہی دیکھ لیجئے۔

۱۔ الاصابة فی تمییز الصحابة۔ حافظ ابن حجر عسقلانی' ج ۱ ص ۵۴۳' ۵۴۴۔

۲۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب۔ علامہ ابن عبدالبر' ج ۲ ص ۵۳۷ تا ۵۴۰۔

۳۔ اُسد الغابة فی معرفة الصحابة۔ علامہ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲۱ تا ۲۲۳۔

ان کتابوں میں آپ کا تذکرہ بڑی عقیدت اور انتہائی عزت و احترام سے کیا گیا ہے۔ یہ کتابیں عبرانی کتب مقدسہ نہیں ہیں جنہیں ربیوں اور پادریوں کے سوا دوسرے لوگ نہ پڑھ سکتے ہوں۔ یہ کتب دنیا بھر میں دستیاب ہیں مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر نے "الاصابة فی تمییز الصحابة" کا مقدمہ تحریر کیا اور مکمل کتاب کو اپنی نگرانی میں کلکتہ (ہندوستان) سے شائع کرایا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پادری برکت اللہ ایم۔ اے نے ان کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ تحریر کر کے اپنی جہالت کا پردہ خود ہی چاک کیا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شمار مشہور اور اہل علم صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم علامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



زرکلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاعلام" سے ان کے حالات زندگی نقل کرتے ہیں۔ اس سے قارئین خود ہی اندازہ لگالیں گے کہ پادری جی نے کس قدر جھوٹ لکھا ہے۔

علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

## حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۱۱ق ھ ------ ۴۵ھ

۶۱۱ء ------ ۶۶۵ء

" زید بن ثابت بن الضحاک الانصاری الخزرجی' ابوخارجة' صحابی' من اکابرهم' کان کاتب الوحی' ولد فی المدینة' و نشأ بمکة' و قتل ابوه و هو ابن ست سنین' وها جرمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و هو ابن ۱۱ سنة و تعلم و تفقه فی الدین' فکان رأسا بالمدینة فی القضاء والفتوی والقرأة والفرائض۔ وکان ابن عباس' علی جلالة قدره وسعة علمه' یاتیه الی بیته للاخذ عنه ویقول: العلم یؤتی ولا یأتی۔ واخذ ابن عباس برکاب زید' فنهاه زید' فقال ابن عباس: هکذا امرنا ان نفعل بعلمائنا' فاخذ زید کفه وقبلها وقال: هکذا امرنا ان نفعل بآل بیت نبینا۔ وکان احد الذین جمعوا القرآن فی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من الانصار و عرضه علیه۔ وهو الذی کتبه فی المصحف لابی بکر' ثم لعثمان حین جهز المصاحف الی الامصار۔ ولما توفی رثاه حسان بن ثابت' وقال ابوهریرة: الیوم مات حبر هذه الامة وعسی اللّٰه ان یجعل فی ابن عباس منه خلفا۔ له فی الصحیحین ۹۲ حدیثا۔ "(۲۷)

"حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی' ابوخارجہ (ان کی کنیت) صحابی ہیں۔ ان کا شمار اکابرین صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کاتب وحی تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں پرورش پائی۔ ابھی چھ برس ہی کے تھے کہ ان کے والد کو قتل کر دیا گیا۔ انہوں نے گیارہ برس کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ علم دین حاصل کیا اور اس میں اچھی خاصی سمجھ بوجھ پیدا کر لی۔ آپ مدینہ منورہ میں قضاء' فتوی' قرأت اور علم میراث کے امام تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی جلالت شان اور وسعت علمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے باوجود آپ سے علم حاصل کرنے، آپ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور فرماتے کہ علم آتا نہیں بلکہ علم کے پاس جانا پڑتا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ کی رکاب تھام لی۔ آپ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اپنے علماء کا اسی طرح احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ چوم لئے اور کہا کہ ہمیں بھی اپنے نبی کے اہل بیت کی اسی طرح عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن جمع کیا تھا ان میں (انصار مدینہ کی طرف سے) آپ بھی شامل تھے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن بھی سنایا تھا۔ آپ ہی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے مصحف میں قرآن حکیم کو قلمبند کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہی خدمت سرانجام دی جب انہوں نے مختلف صوبوں کے لئے مصاحف تیار کرائے تھے۔ جب آپ نے وفات پائی تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کا مرثیہ لکھا۔ اس موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ آج اس امت کا ایک بہت بڑا عالم فوت ہو گیا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ ابن عباس کی اولاد میں کوئی ایسا فرد پیدا کرے جو ان کا صحیح جانشین ثابت ہو۔ آپ سے صحیحین (بخاری و مسلم) میں ۹۲ حدیثیں مروی ہیں۔"

کیا پادری برکت اللہ کی نظر سے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مدح میں لکھی گئی اس قسم کی صدیوں پرانی تحریریں نہیں گزریں؟ انہوں نے تاریخ کے اوراق کیوں نہیں پلٹے؟ سچ کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ کیا تحقیق اسی کا نام ہے کہ حقائق سے آنکھیں بند کر کے جھوٹ لکھا جائے اور اپنے تعصب آلود نظریات پھیلائے جائیں؟ ایک جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی کی شان میں یاوہ گوئی کر کے انہوں نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا اور دنیا و آخرت کی رسوائی مول لی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے "عرضہ اخیرہ" میں شرکت کی تھی، اور اس کی ترتیب کے گواہ تھے یہ کہنا غلط ہے کہ انہیں قرآنی آیات اور الفاظ کی ترتیب کا علم نہیں تھا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ "وہ حافظ قرآن بھی نہ تھا۔" مؤرخین نے آپ کا شمار جلیل القدر حفاظ قرآن میں کیا ہے۔ دس ہزار حفاظ میں جن ۴۷ حافظوں کو امتیازی مقام حاصل ہے ان میں جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ پادری جی نے تعصب کی بنا پر آپ کے حق میں غلط بیانی سے کام لیا اور سو فی صد جھوٹ لکھا ہے جس سے آپ کی شان میں تو کوئی کمی واقعی نہیں ہوئی کیونکہ کاہ کے چاہے نہیں کہسار ہوتے بے وقار، بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پادری جی نے خود اپنے منہ پر دروغ گوئی کی کالک ملی ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی قماش کے لوگوں کے لئے فرمایا تھا۔

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ ، آفتاب راچہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

بدبخت لوگ چاہتے ہیں کہ مقبول بندوں کی نعمتیں چھن جائیں اور ان کی عزت و آبرو خاک میں مل جائے۔ اگر دن کے اجالے میں چمگادڑ کی آنکھ کو کچھ سجھائی نہیں دیتا تو اس میں بیچارے سورج کا کیا قصور؟

سچ بتایئے ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا بہتر ہے یا سورج کا سیاہ و تاریک ہو جانا؟

## چہ دلاور است دزدے

پادری برکت اللہ نے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹ لکھ کر بزعم خویش انہیں تدوین قرآن اور کتابت مصاحف ایسے اہم کام کے لئے "نااہل" ثابت کیا ہے پھر ان کی "نااہلی" سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو قرآن جمع کیا گیا' اس میں تمام کا تمام قرآن جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں تھا درج نہ ہوا۔ بلکہ اس کا صرف ایک حصہ جمع ہوا اور وہ بھی بے ترتیبی اور بے ربطی کے ساتھ۔ مکی آیات مدنی سورتوں میں موجود ہیں اور بالعموم قرآن کے مقامات اور آیات کی جمع اور تقسیم میں کوئی مناسبت پائی نہیں جاتی۔" (۲۸)

پادری صاحب نے شاید تاریخ جمع و تدوین قرآن پر لکھے گئے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ نہیں کیا۔ ورنہ وہ اس ثابت شدہ تاریخی حقیقت کا انکار نہ کرتے کہ قرآن دور نبوت ہی میں مرتب اور مدون ہو گیا تھا۔ مکی و مدنی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی روشنی میں خود ہی قائم فرمائی تھی۔ یہ ترتیب بعد میں آنے والے لوگوں کے اجتہاد کی مرہون منت نہیں رہی کہ اس پر زبان طعن دراز کی جائے۔ دور صدیقی اور عثمانی میں مکمل قرآن کاغذ پر منتقل کیا گیا اور اتنی احتیاط برتی گئی کہ "عرضہ اخیرہ" کی ترتیب میں سرمو فرق نہ آیا۔ جس عظیم کام پر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی پوری توجہ مرکوز رہی ہو کیسے ممکن ہے کہ اس میں کوتاہی اور غفلت برتی گئی ہو گی کہ ایک حصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مصحف میں لکھا گیا ہو اور ایک حصہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ ولیم میور جیسے متعصب اور دشمن اسلام کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ وہ قرآن کے باب میں کمی بیشی کے بارے میں کچھ لکھتا بلکہ اس نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن کا کوئی جزء' کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جسے جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو اور نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا ہے جسے قرآن میں اپنی طرف سے داخل کر دیا گیا ہو۔(☆)
اپنوں اور غیروں کی ان شہادتوں کے بعد برکت اللہ کا یہ کہنا کہ زمانۂ رسول کا مکمل قرآن مصاحف میں درج نہ ہوا' کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اس کا فیصلہ ہم اپنے انصاف پسند قارئین پر چھوڑتے ہیں۔
برکت اللہ نے قرآن پر "بے ترتیبی اور بے ربطی" کا الزام بھی لگایا ہے۔ یہ الزام تقریباً سبھی مستشرقین اور مخالفین لگاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کی ترتیب نبی کی روشنی میں خود رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ ہے۔ کسی شخص نے اپنی طرف سے قرآن کی سورتوں اور آیتوں کو مرتب نہیں کیا کہ اس کی ترتیب پر اعتراض کیا جائے۔ باقی رہا یہ امر کہ بادی النظر میں قرآن کی آیتوں' سورتوں اور ان میں بیان کئے گئے مضامین میں کوئی ربط اور مناسبت نظر نہیں آتی لیکن یہ ایک سطحی سا اعتراض ہے جو بے ذوق لوگ وارد کرتے رہتے ہیں۔ قرآن فہمی کا ذوق رکھنے والوں اور اس بحر میں غواصی کرنے والوں کو اس میں لطیف ربط اور حیرت انگیز مناسبت نظر آتی ہے۔

ناصح کم نگاہ ہے کون یہ کہہ کے سر کھپائے
راز شکستگی سمجھ' رنگ شکستگی نہ دیکھ

## بال کے کھوجی' شہتیر کے اندھے

برکت اللہ لکھتے ہیں:

"امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "اتقان" کا سطحی مطالعہ بھی یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ اصل قرآن کی نہ صرف آیات کی آیات بلکہ سورتیں بھی موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ اور اس میں بعض آیات ایسی ہیں جو درحقیقت اصل قرآن کا حصہ نہ تھیں اور قرآن و غیر قرآن

---

(☆) حوالہ پہلے گزر چکا ہے (☆) اس موضوع پر ہم گزشتہ صفحات میں "ترتیب القرآن اور نظم القرآن" کے تحت مفصل بحث کر چکے ہیں۔ مناسب ہو گا کہ ایک بار پھر ان مباحث کا مطالعہ کر لیں' "بے ترتیبی اور بے ربطی" کے شبہات ان شاء اللہ کافور ہو جائیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں کوئی فرق نہ رہا۔ اصل قرآن کے بعض حصے غیر قرآنی سمجھے گئے اور غیر قرآنی حصے قرآن میں داخل ہو گئے۔ اب حالت یہ ہے کہ سورتوں اور آیتوں کا صحیح محل و مقام دریافت کرنا ایک ناممکن امر ہو گیا ہے۔ اس بے احتیاطی اور بے ربطی کو علمائے اسلام تسلیم کرتے ہیں۔" (۲۹)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" اور دیگر اسلامی کتب کا "سطحی مطالعہ" بسا اوقات اپنے قاری کو الجھن میں ڈال دیتا ہے یہ کتابیں "گہرے مطالعہ" کا تقاضا کرتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ برکت اللہ نے ساحل ہی سے سطح آب کا جائزہ لیا ہے اور سوائے جھاگ کے کچھ نہیں پایا۔ موتیوں بھرے صدف تو سمندر کی تہہ میں تھے جہاں تک اترنے کا ان میں حوصلہ نہ تھا۔

دست او کوتاہ و خرما بر نخیل

یہ درست ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاتقان" میں کچھ ایسی روایات درج کی ہیں جن سے "نقص قرآن" کا شبہ ہوتا ہے لیکن یہ ساری روایتیں ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان پر شدید جرح کی ہے۔ ان کی اس جرح سے صرف نظر کرتے ہوئے مجروح روایات کی بنا پر قرآن پر اعتراض کرنا بدترین علمی خیانت اور پرلے درجے کی بددیانتی ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ ذاتی طور پر قرآن میں کسی قسم کی کمی کے قائل نہیں ہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن میں غیر قرآن شامل ہے۔ وہ قرآن کی ایک سو چودہ سورتوں کے قائل ہیں انہوں نے اپنی تفسیر "درمنثور" میں انہیں سورتوں کی تشریح و توضیح کی ہے ان کے علاوہ وہ کسی سورت کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے۔ موصوف اپنے دور کے ایک کثیر التصانیف عالم دین تھے۔ انہوں نے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا اور ہر موضوع پر کھل کر لکھا۔ ان کی تالیفات اور تصنیفات کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے۔ ان کی کسی کتاب میں ہلکا سا شائبہ بھی نہیں ملتا کہ وہ قرآن میں کمی بیشی کے قائل ہیں۔ بلکہ انہوں نے قرآن میں کمی بیشی کے مضمون پر مشتمل روایات پر زبردست نکتہ چینی کی اور انہیں ناقابل اعتماد ٹھہرایا ہے۔

برکت اللہ نے "الاتقان" میں درج چند ضعیف روایات سے یہ بے بنیاد مضمون تو اخذ کر لیا کہ قرآن میں کئی آیات اور سورتوں کو شامل نہیں کیا گیا' اور کچھ حصہ ایسا داخل کیا گیا جو اصل میں قرآن کا حصہ نہیں تھا لیکن یہ بھول گئے کہ بائیبل کے ساتھ ماضی میں یہی کچھ ہو چکا ہے۔ بہت سا الہامی کلام تلف ہو چکا ہے اور جسے الہامی مانا جاتا ہے اس میں غیر الہامی کلام کی آمیزش اس مہارت سے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



گئی ہے کہ الہامی اور غیر الہامی کی پہچان ہی اٹھ گئی ہے۔

## آئینہ کیوں نہ دوں----

مولانا سید ذوقی شاہ نے کتب سماوی پر ایک تحقیقی اور تنقیدی کتاب لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے بائیبل کی کتابوں کا جائزہ (علم اور عقل کی روشنی میں) پیش کیا ہے۔ موصوف بائیبل کے "عہد عتیق" کی مروجہ انتالیس کتابوں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"علاوہ کتب مندرجہ بالا کے سترہ کتابیں ایسی ہیں جو ایک زمانہ میں موجود تھیں اور اب ناپید ہیں۔ مگر ان کا ذکر اور ان کے حوالے "عہد عتیق" کے موجودہ مجموعہ میں اب بھی موجود ہیں۔ اور کوئی شخص ان کے صحیح اور معتبر ہونے سے اور اس بات سے کہ وہ ایک زمانہ میں موجود تھیں انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کتابوں کے نام مع ان آیات کے حوالوں کے جن میں ان کا ذکر آیا ہے ذیل میں درج ہیں۔

| نمبر شمار | نام کتب گم شدہ | حوالہ جات (عہد عتیق میں) |
| --- | --- | --- |
| ۱ | کتاب عہد نامہ موسیٰ | خروج ۲۴:۷ |
| ۲ | جنگ نامہ خداوند | گنتی ۲۱:۱۴ |
| ۳ | کتاب آشر / یاشر | یشوع ۱۰:۱۳، ۲۔ سموئیل ۱:۱۸ |
| ۴ | کتاب امثال سلیمان | ۱۔ سلاطین ۴:۳۲ |
| ۵ | نغمات سلیمان | ۱۔ سلاطین ۴:۳۲ |
| ۶ | سلیمان کی کتاب خواص نباتات وحیوانات | ۱۔ سلاطین ۴:۳۳ |
| ۷ | کتاب احوال سلیمان | ۱۔ سلاطین ۱۱:۴۱ |
| ۸ | سموایل غیب بین کی تواریخ | ۱۔ تواریخ ۲۹:۲۹ |
| ۹ | ناتن نبی کی تواریخ | ۱۔ تواریخ ۲۹:۲۹، ۲۔ تواریخ ۹:۲۹ |
| ۱۰ | جاد غیب بین کی تواریخ | ۱۔ تواریخ ۲۹:۲۹ |
| ۱۱ | کتاب سیلانی اخیاہ (پیشینگوئی) | ۲۔ تواریخ ۹:۲۹ |
| ۱۲ | عید و غیب بین کی کتاب الرؤیا | ۲۔ تواریخ ۹:۲۹، ۱۲:۱۵ |
| ۱۳ | کتاب سمعیاہ نبی | ۲۔ تواریخ ۱۲:۱۵ |

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


| | | |
|---|---|---|
| ۱۴ | یاہو بن حنانی کی تاریخ | ۲۔ تواریخ ۲۰: ۳۴ |
| ۱۵ | کتاب یسعیاہ بن آموص | ۲۔ تواریخ ۲۶: ۲۲، ۳۲: ۳۲ |
| ۱۶ | یہوداہ اور اسرائیل کے بادشاہوں کی کتاب | ۲۔ تواریخ ۳۲: ۳۲، ۳۵: ۲۷ |
| ۱۷ | مرثیہ یرمیاہ | ۲۔ تواریخ ۳۵: ۲۵ |

* * * * * * * * * * * * *

مولانا ذوقی شاہ نے مذکورہ بالا سترہ کتابوں کے علاوہ پینتیس مزید کتابوں کی نشاندہی کی ہے جنہیں "اپوکریفا" کہا جاتا ہے۔ ان کتابوں کے بارے میں عیسائیوں کی آراء مختلف ہیں۔ بعض فرقے انہیں جعلی اور غیر الہامی مانتے ہیں جیسے پروٹسٹنٹ وغیرہ اور بعض فرقے ان میں سے چند ایک کو الہامی مانتے اور ان کی تلاوت کرتے ہیں جیسے کیتھولک وغیرہ، مولانا ذوقی شاہ لکھتے ہیں:

> "پینتیس کتابیں ایسی ہیں جو کسی زمانہ میں "عہد عتیق" میں داخل تھیں مگر اب جعلی سمجھی جاتی ہیں اور بائیبل سے خارج کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے چند کتابیں ایسی ہیں جنھیں عیسائیوں کے بعض فرقے اب تک مانتے چلے آئے ہیں اور بعض فرقے نہیں مانتے۔ اور چند کتابیں ایسی ہیں جنہیں بالاتفاق جملہ فرق ہائے مسیحی جعلی قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ سب کتابیں "عہد عتیق" کے یونانی ترجمہ سپٹواجنٹ (Septuaginta) یعنی "سبعینیہ" میں جو ۲۸۴ برس قبل مسیح تیار ہوا تھا، موجود ہیں۔ اور یونانی اور رومی کلیسیا کے نزدیک مقدس ہیں بلکہ ان میں سے بعض کی تلاوت بھی اب تک جاری ہے۔ ان پینتیس متروک کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

| نمبر شمار۔ | کتب متروکہ | نمبر شمار۔ | کتب متروکہ |
|---|---|---|---|
| ۱ تا ۷ | کتب سبعہ شیث | ۸ | کتاب حنوک |
| ۹ | کتاب مشاہدات ابراہیم | ۱۰ | کتاب مشاہدات موسی |
| ۱۱ | کتاب پیدائش صغیر | ۱۲ | کتاب قیاس موسی |
| ۱۳ | کتاب وصیت موسی | ۱۴ | کتاب اسرار موسی |
| ۱۵ | کتاب معراج موسیٰ | ۱۶ | کتاب عزرا نمبر ۱ |
| ۱۷ | کتاب عزرا نمبر ۲ | ۱۸ | کتاب توبٹ یا طوبیاہ |
| ۱۹ | کتاب جودتھ یا یہودیت | ۲۰ | بقیہ ابواب آستر |

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۲۱ کتاب حکمت سلیمان
۲۲ واعظ یا یشوع بن سیراخ
۲۳ باروک
۲۴ تین جوانوں کا گیت
۲۵ تذکرۂ سوسن
۲۶ تذکرۂ بال یا بعل اور اژدھا
۲۷ دعائے منسی
۲۸ ۱۔مکابیین
۲۹ ۲۔مکابیین
۳۰ کتاب معراج اشعیا یا یسعیاہ
۳۱ ملفوظات حبقوق
۳۲ کتاب لموئیل
۳۳ کتاب جوبلی
۳۴ کتاب خرقئیل بابت یروشلم
۳۵ کتاب خرقئیل بابت صدقیاہ اور بابل۔"

ان پینتیس کتابوں کے علاوہ تین مزید کتابوں کا کھوج لگایا گیا ہے چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"بعض عیسائی مصنفین ہی نے ان پر تین مندرجہ ذیل کتب کا اور اضافہ کیا ہے۔

۳۶۔ سموئیل کی وہ کتاب جس کا ذکر ۱۔ سموئیل ۱۰:۲۵ میں آیا ہے۔

۳۷۔ کتاب یوسیاہ جس کا ذکر ۲۔ تواریخ کے باب ۳۴ اور ۳۵ میں ہے۔

۳۸۔ عیدو نبی کی تفسیر جس کا ذکر ۲۔ تواریخ ۱۳:۲۲ میں آیا ہے۔

متذکرہ بالا اڑتیس کتابوں کو اول الذکر سترہ گمشدہ کتابوں کے ساتھ شامل کیا جائے تو کل پچپن کتابیں ہوئیں جو کسی زمانہ میں "عہد عتیق" میں داخل تھیں مگر اب خارج ہیں۔" (۴۰)

نئی انگریزی بائیبل (The New English Bible) کے ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں "اپوکریفا" پر مشتمل جو کتابیں شامل کی گئی ہیں ان میں مزید تین کتابیں مندرج ہیں۔

۱۔ ۱۔ایسڈرس ۲۔ ۲۔ایسڈرس ۳۔ یرمیاہ کا خط

یہ کل اٹھاون کتابیں ہیں جن کا علماء اسلام نے کھوج لگایا ہے۔ ممکن ہے کہ مزید تلاش و جستجو سے کچھ اور گم شدہ صحائف اور کتابوں کے نام بھی مل جائیں۔

بائیبل کے "عہد جدید" کا معاملہ بھی "عہد عتیق" سے ملتا جلتا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ آگے بڑھ گیا ہے۔ سید ذوقی شاہ لکھتے ہیں:

"جو معاملات کہ کتب "عہد عتیق" کے ساتھ پیش آئے۔ کچھ اسی نوع کے، بلکہ ان سے بھی زیادہ انوکھے معاملات کتب "عہد جدید" کے ساتھ بھی پیش آچکے ہیں۔ عیسائی مفسرین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


و مصنفین ہی کی تحریروں میں پایا جاتا ہے کہ کم از کم ایک سو اٹھاون کتابیں ایسی ہیں جو کسی نہ کسی زمانہ میں کسی نہ کسی گروہ کے نزدیک معتبر و مقدس تھیں۔ مگر اب محققین کے نزدیک جعلی اور مجموعہ "عہد جدید" سے خارج ہیں۔" (۳۱)

ہندوستان کے ایک جید عالم اور کتب سماوی پر عبور رکھنے والے مولانا سید ناصرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۹۶ھ میں "نوید جاوید" تصنیف کی تھی جس میں انہوں نے بائیبل پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور "عہد عتیق و جدید" کی غیر مروج کتابوں کی مکمل فہرستیں درج کی ہیں۔ موصوف نے اناجیل کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

| نمبر شمار | نام انجیل | نمبر شمار | نام انجیل |
|---|---|---|---|
| ۱ | انجیل طفولیت (متی) | ۲ | انجیل ولادت مریم |
| ۳ | انجیل یعقوب | ۴ | انجیل نیقودیما |
| ۵ | انجیل پیٹر | ۶ | انجیل دویم یوحنا |
| ۷ | انجیل اندریاہ حواری | ۸ | انجیل فلپ |
| ۹ | انجیل بارتھالومی | ۱۰ | انجیل توماحواری |
| ۱۱ | ۱۔ انجیل طفولیت (توما) | ۱۲ | ۲۔ انجیل طفولیت (توما) |
| ۱۳ | انجیل متھی آز | ۱۴ | انجیل مرقس (مصریوں کی انجیل) |
| ۱۵ | انجیل برنباس | ۱۶ | انجیل تھی ڈیلس |
| ۱۷ | انجیل پال | ۱۸ | انجیل اپلس |
| ۱۹ | انجیل بی سیلی ڈس | ۲۰ | انجیل سرنتس |
| ۲۱ | انجیل ابی اونیٹز | ۲۲ | انجیل انکارٹیٹس |
| ۲۳ | انجیل حوا | ۲۴ | انجیل یہودیا |
| ۲۵ | انجیل جوڈ | ۲۶ | انجیل جوڈس اسکریوط |
| ۲۷ | انجیل مارشین | ۲۸ | انجیل امرن تھس |
| ۲۹ | انجیل ناصریان | ۳۰ | انجیل کاملیت |
| ۳۱ | انجیل سی تھینس | ۳۲ | انجیل ٹٹی ٹن |
| ۳۳ | انجیل حقیقت | ۳۴ | انجیل وئیں منیس |

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مولانا مرحوم و مغفور نے ان چونتیس اناجیل کے بعد مزید ننانوے کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ اس طرح انہوں نے "عہد جدید" کی غیر مروج کتابوں کی جو فہرست تیار کی ہے اس میں ایک سو تینتیس کتابیں شامل ہیں۔ لیکن یہ فہرست حتمی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ اور کتابیں بھی موجود ہوں جن کا علم مولانا کو نہ ہو سکا ہو۔ موصوف لکھتے ہیں:

"یہ تفصیل کتابوں کی جو لکھی گئی وہ ہے جو ہم نے اگلی کتابوں میں پائی ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ ان کے سوا اور بھی کچھ تحریریں معتبر یا نا معتبر ہوں جن کی اطلاع ہم تک نہ پہنچی ہو۔" (۳۲)

علماء اسلام نے "عہد عتیق" کی اٹھاون اور "عہد جدید" کی ایک سو تینتیس کتابوں کا کھوج لگایا ہے۔ ان ایک سو اکیانوے کتابوں کا معاملہ صدیوں سے معلق چلا آ رہا ہے۔ یہودی اور مسیحی علماء ان کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکے۔ علمی حلقوں میں ان کے الہامی اور غیر الہامی ہونے کی بحث مدتوں سے ہو رہی ہے لیکن آج تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ (اور نہ کبھی ہو گا)

موجودہ بائیبل میں جتنی کتابیں شامل ہیں انہیں عموماً الہامی مانا جاتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان میں غیر الہامی کلام بھی داخل ہے جسے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں اناجیل اربعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعدد مستند اقوال، احوال اور معجزات درج نہیں کیے گئے کیونکہ تیس فٹ لمبے طوماروں میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی تھی کہ ان سب کو لکھا جاتا (☆)

انجیل یوحنا کا مصنف لکھتا ہے:

"اور یسوع نے اور بہت سے معجزے شاگردوں کے سامنے دکھائے جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے۔" (۳۳)

بائیبل زبان حال سے شہادت دے رہی ہے کہ اس میں بہت سا الہامی کلام درج نہیں کیا گیا اور متعدد غیر الہامی تحریریں شامل کر دی گئی ہیں۔ جن لوگوں کی "کتاب مقدس" کا یہ حال ہو انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ قرآن محفوظ کے بارے میں زبان طعن دراز کریں وہ اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے جس کا کوئی گوشہ سلامت نہیں ہے۔ چھاج بولے تو بولے چھلنی کیوں بولے جس کے پیندے میں بہتر سو چھید۔

---

(☆) اس موضوع پر ہم گزشتہ صفحات میں مفصل بحث کر چکے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


حیرت ہے کہ پادری برکت اللہ نے ضعیف اور موضوع روایات کی روشنی میں بال تو دیکھ لئے لیکن اپنے علماء کے اقوال کی روشنی میں شہتیر نہ دیکھ سکے شاید اسی ذہنیت کے حامل افراد کے لئے انجیل میں لکھا ہے:

''عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔''(۳۴)

* * * * * * * * * * * * *

برکت اللہ نے لکھا ہے:

''اب حالت یہ ہے کہ سورتوں اور آیتوں کا صحیح محل و مقام دریافت کرنا ایک ناممکن امر ہو گیا ہے۔ اس بے احتیاطی اور بے ربطی کو علمائے اسلام تسلیم کرتے ہیں۔''

بائیبل میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو تلاش کرنا مشکل ہے کیونکہ الہامی اور غیر الہامی کلام کچھ اس طرح خلط ملط ہو گیا ہے کہ امتیاز کرنا ممکن نہیں رہا لیکن قرآن کی یہ حالت نہیں ہے۔ ایک آٹھ دس سال کا حافظ قرآن بچہ بھی آسانی سے سورتوں اور آیتوں کا صحیح محل و مقام بتا سکتا ہے۔ علماء اسلام قرآن میں کسی قسم کی ''بے احتیاطی'' اور ''بے ربطی'' کو تسلیم نہیں کرتے۔ برکت اللہ میں سچ لکھنے کی تو جرأت نہیں ہے، جھوٹ بھی سلیقے سے نہیں لکھ سکتے، عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے، لیکن وہ اس ہنر سے بھی بے بہرہ ہیں۔ انجیل ناطق ہے،

''کیا اندھے کو اندھا راہ دکھا سکتا ہے؟ کیا دونوں گڑھے میں نہ گریں گے؟''(۳۵)

# نیش عقرب نہ از پئے کین است

برکت اللہ لکھتے ہیں:

''قرآن کے بعض مقامات میں فصاحت و بلاغت تو الگ، سلیس عربی عبارت کی بجائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لفظی عیوب موجود ہیں۔ تکرار لفظی اور معنوی موجود ہے اور جابجا بے ربطی پائی جاتی ہے۔ مثلاً بطور مشتے نمونہ از خروارے سورۂ یونس ع ۹ میں آیہ واوحینا الی موسیٰ ----الخ میں پہلے حکم تثنیہ کے صیغہ سے دینا شروع ہوا ہے پھر ربط توڑ کر اس کو جمع کر دیا ہے اور پھر دفعۃً اس کو واحد بنا دیا ہے! سورہ فتح میں آیت انا ارسلنک شاھدا و مبشرا ----الخ میں متکلم حاضر اور غائب کو مخلوط کر کے ضمیروں کو گڑ بڑ کر دیا ہے۔" (۳۶)

قرآن کی فصاحت و بلاغت ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہر زمانے میں (مسلم و غیر مسلم) اہل علم نے تسلیم کیا ہے۔ مشرکین مکہ قرآن کی بنیادی تعلیم (توحید' رسالت' معاد وغیرہ) کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے اس تعلیم کو دبانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا' اولین مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے' جنگوں کا سلسلہ شروع کیا تو عرب کی پوری طاقت اس بھٹی میں جھونک دی' اس شدید مخالفت کے باوجود وہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا انکار نہ کر سکے۔ وہ دن کے اجالے میں قرآن کے خلاف پروپیگنڈا کرتے لیکن رات کے اندھیرے میں چھپ چھپ کر قرآن کی تلاوت سنا کرتے تھے۔ اس عظیم کلام کی شیرینی اور حلاوت سے ان کے ادبی ذوق کی تسکین ہوتی تھی۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت نے اپنے دور کے تمام قد آور شاعروں اور خطیبوں سے اپنا لوہا منوایا تھا۔ حتی کہ وہ قادر الکلام شاعر بھی جن کا کلام کعبہ کی دیواروں پر لٹکایا جاتا تھا قرآن کے آگے سر انداز ہو گئے اور پکار اٹھے۔

"ابعد القرآن؟" کیا قرآن کے بعد بھی کوئی گنجائش باقی ہے؟

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) شمع رسالت کو گل کرنے کی نیت سے ننگی تلوار لے کر گھر سے نکلے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو چنانچہ غصے میں بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے' بہن اور بہنوئی کی خوب خبر لی۔ پھر اس فعل پر نادم ہوئے اور دریافت کیا کہ تم لوگ جو کچھ پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔ حتی کہ جب خود اس کلام کو پڑھا تو کہنے لگے "کیا ہی خوب کلام ہے۔"

نجاشی (شاہ حبش) کے دربار میں سورۂ مریم پڑھی گئی تو انہوں نے اسے ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور آخر میں کہا:

"یقیناً یہ کلام اور جو کچھ عیسیٰ لائے تھے دونوں ایک ہی سرچشمے سے نکلے ہیں۔"

قرآن کی چودہ صدیوں پر محیط تاریخ بتا رہی ہے کہ ہر دور میں اپنوں اور بیگانوں نے اس کی فصاحت و بلاغت کو سراہا اور اس کے حضور خراج تحسین پیش کیا ہے۔ دور حاضر کے چند عظیم مفکروں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دانشمندوں کے اقوال و خیالات ملاحظہ کریں۔

۱۔ گوئٹے (Goethe)

"قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ایک تحیر آمیز رقت میں ڈال دیتی ہے۔"

۲۔ جارج سیل (George Sale)

"قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا یہ لازوال معجزہ مردہ زندہ کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔"

۳۔ ڈیون پورٹ (Deven Port)

موصوف مسیحی ہیں انہوں نے قرآن کی بہت سی خوبیاں گنوائی ہیں چنانچہ ایک مقام پر کلام اللہ کی دو خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من جملہ ان بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کرتا ہے' دو نہایت ہی عیاں ہیں۔ ایک تو وہ مؤدبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن اللہ کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مد نظر رکھتا ہے کہ وہ اس کی طرف خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نا مہذب اور ناشائستہ خیالات' حکایات اور بیانات سے بالکل مبرا ہے۔ جو بدقسمتی سے یہود کے صحائف میں عام ہیں۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن ان تمام عیوب سے مبرا ہے۔ اس پر خفیف سی حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جایئے مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔"

۴۔ جان فاش (John Foch)

"قدیم عربی میں نازل شدہ قرآن خوبصورتی اور دلکشی کا حسین مرقع ہے۔ اس کا سٹائل بڑا جامع اور دلپذیر ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں جو کہیں کہیں شاعری کے نادر نمونے ہیں' غضب کا استدلال اور مسحور کرنے والی طاقت ہے۔ اس کے مفہوم کو کسی زبان کے سانچے میں ڈھالنا کٹھن کام ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۵- ڈاکٹر سموئیل جانسن (Dr. Samuel Johnson)

"قرآن پاک میں مطالب اتنے ستھرے اور ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانے کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔"

۶- ڈاکٹر فرک (Dr. Frick)

"قرآن مجید کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور مضامین لطیف و عالی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کر رہا ہے۔"

۷- پروفیسر آر۔ اے نکلسن (Pro. R.A. Nicholson)

"قرآن کے اثر سے عربی زبان تمام اسلامی ممالک کی متبرک زبان بن گئی، اور وہ بڑی سے بڑی یورپین سلطنت کی تعلیم و حکمت سے بڑھ گیا۔"

۸- سٹینلی لین پول (Stanley Lane Poole)

"قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک بڑے مذہب میں ہونا چاہئے۔"

۹- کونٹ ہنری دی کاسٹری

"قرآن کو دیکھ کر عقل حیرت میں ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل "امی" تھا۔"

۱۰- ڈاکٹر جارٹن

"قرآن کا طرز تحریر دل آویز اور رواں ہے، مختصر اور جامع ہے اور خدا کا ذکر بڑے شاندار طریق پر کرتا ہے۔"

۱۱- ڈاکٹر موریس بوکائے (Dr. Maurice Bucaille)

"قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے قرآن کو تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔" (۳۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## ۱۲- World Book Encyclopedia

اس انسائیکلوپیڈیا کے مؤلفین قرآن کی فصاحت و بلاغت کی داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The Koran is Written in rhymed Arabic. The language is especially rich, forceful, and beautiful."(38)

”قرآن مقفّٰی عربی میں لکھا ہوا ہے۔ خصوصاً اس کی زبان پر شکوہ' پرزور اور خوبصورت ہے۔“

## ۱۳- جان کیننگ (John Canning)

"WHEN THE Meccans challenged Mohammed to perform a miracle as proof of his Divine mission, he appealed boldly and confidently, to the book which was taking shape under his supervision. So wonderful a work (he maintained), written in such superlatively beautiful language and expressing the most profound and majestic of religious truths, could surely not have been written by a mere man, most certainly not by such an unlettered man as he was himself. It was indeed a miracle, the miracle of miracles, this book that had Come down from heaven.....

The book in question was the Koran, as we generally call it, although a more correct rendering is Quran, which is an Arabic word meaning reading, lecture, or recitation, or perhaps that which ought to be read. For more than thirteen centuries this book has been the sacred scripture - the Bible, if you like - of one of the great world religions, the one which is often called Mohammedanism after the Prophet who preached it, although the name that he himself chose, and therefore the better one for us to use, is Islam,

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



which means submission or surrender to the Will of God, or Allah." (39)

جب اہل مکہ نے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کے مقدس مشن (نبوت) کے ثبوت کے لئے معجزے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے بڑے اعتماد اور انتہائی جرأت کے ساتھ وہ کتاب پیش کی جو ان کی زیر نگرانی مدون ہو رہی تھی۔ ایک انتہائی حیرت انگیز کام (جو انہوں نے مرتب فرمایا) بہت ہی خوبصورت زبان میں لکھی ہوئی، گہری بصیرت اور جادو بھری مذہبی سچائیوں کو بیان کرنے والی کتاب، جس کا لکھنا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے چہ جائیکہ اسے ایک امی شخص لکھ سکے جیسے کہ آپ تھے۔ یہ یقیناً ایک معجزہ تھا بلکہ معجزوں کا معجزہ تھی وہ کتاب جو آسمان سے نازل ہوئی تھی۔

یہ زیر بحث کتاب' قرآن (Koran) تھا جیسا کہ ہم اسے عموماً بولتے ہیں' حالانکہ اس کا صحیح تلفظ (Quran) ہے جو ایک عربی لفظ ہے اس کا معنی پڑھنا' خطاب کرنا یا تلاوت کرنا ہے۔ یا شاید اس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ چیز جسے پڑھنا چاہئے۔ یہ کتاب تیرہ صدیوں سے بھی زائد عرصے سے دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک مذہب (اسلام) کی مقدس الہامی کتاب مانی جاتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے بائبل کہہ لیں۔ اس مذہب کی کتاب جسے محمڈن ازم کہا جاتا ہے۔ تاہم پیغمبر (علیہ السلام) نے اس مذہب کا جو نام رکھا اور ہمارے لئے بھی وہی زیادہ صحیح ہے' "اسلام" ہے۔ جس کا مطلب خدا یا اللہ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا ہے۔

* * * * * * * * * * * * *

قرآن کی فصاحت و بلاغت سے اہل زبان بے حد متاثر ہوئے اور غیر اہل زبان نے بھی اسے سراہا۔ ایک ہندی نژاد پادری نے (جسے عربی کی معمولی سی شد بد بھی حاصل نہیں ہے) قرآن کی فصاحت و بلاغت کا انکار کرتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ لوگ اس کی بات کو قبول نہیں کریں گے بلکہ دیوار پر دے ماریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اسی روش سے تنگ آکر فرمایا تھا۔

"خداوند نے تم کو آج تک نہ تو ایسا دل دیا جو سمجھے اور نہ دیکھنے کی آنکھیں اور سننے کے کان دیئے۔" (۴۰)

قرآن حکیم نے بھی انہیں لوگوں کے حق میں طنزا کہا ہے:

"لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اٰذان لا يسمعون بها

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


اولئک کالانعام بل هم اضل-" (۴۱)

قرآن چودہ صدیوں سے مسلسل پڑھا اور سنا جا رہا ہے- اس لاریب کلام میں آج تک انصاف پسند ناقدین کسی ایک عیب کی بھی نشاندہی نہیں کر سکے- تعجب ہے کہ اندھے تعصب میں مبتلا برکت اللہ کو اس میں عیوب ہی عیوب نظر آتے ہیں

وعین الرضاء عن کل عیب کلیلة
ولکن عین السخط تبدی المساویا

## پسند اس کو تکرار کی خو نہیں

برکت اللہ بزعم خویش قرآن فصیح و بلیغ کا ایک "عیب" یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں تکرار لفظی اور معنوی موجود ہے- لیکن اس تکرار کی انہوں نے کوئی مثال پیش نہیں کی- (مثال ہوتی تو پیش کرتے)

تحریر و تقریر میں الفاظ کی تکرار کو کہیں معیوب اور کہیں پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے- حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

میں کیا کروں' میں کیا کروں' گردان بن گئی
میں کیا کروں' کوئی نہ بتائے تو کیا کروں

اس شعر میں "میں کیا کروں" کی تکرار بلاشبہ قبیح ہے' جس سے پورا شعر مہمل ہو گیا ہے' اور اس میں کوئی معنویت باقی نہیں رہی-

غالب کا شعر ہے

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

اس میں "قسمت" کی تکرار معیوب ہے- مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ غالباً رفع عیب کے خیال سے پہلے مصرع میں "قسمت" کی جگہ "قیمت" پڑھتے ہیں حالانکہ غالب نے دونوں مصرعوں میں "قسمت" ہی لکھا تھا جیسا کہ خود ان کے صحیح کیے ہوئے دیوان میں چھپا ہوا موجود ہے-"

مجروح نے کہا تھا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


نامہ بر نے جواب کے بدلے خط کے پرزوں کو لا دیا ہم کو

دوسرے مصرع میں "کو" کی تکرار ذوق سلیم پر بار ہے۔

اسیر کا شعر ہے

سامنے یار کے کمرے کے بنایا کمرہ
در جو توڑا تو اسی در کے مقابل توڑا

مولانا موہانی رحمۃ اللہ علیہ اس شعر میں الفاظ کی تکرار کے بارے میں لکھتے ہیں:

"واضح رہے کہ یہاں پہلے مصرعے میں "کے" کی تکرار قبیح اور اس کے برخلاف مصرع ثانی میں "توڑا" کی تکرار حسین واقع ہوئی ہے۔"

شیفتہ کہتے ہیں:

کس تجاہل سے یہ کہتا ہے کہاں رہتے ہو؟
تیرے کوچے میں ستمگار! ترے کوچے میں

دلیر مارہروی کا شعر ہے۔

یہ گلشتیں یہ سیریں ہی تو سارے گل کھلاتی ہیں
ستمگر تو جو رسوا ہے، انہیں باتوں سے رسوا ہے

وحشت کہہ گئے ہیں:

نوائے بلبلاں ہے یا ہوئی ہے لالہ کار آتش
گل آتش، غنچہ آتش، گلستاں آتش، بہار آتش

ان اشعار میں الفاظ کی تکرار کو مولانا موہانیؒ نے نہ صرف سراہا ہے بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ اس سے شعر کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ (۴۲)

علامہ اقبالؒ کے حسب ذیل اشعار پڑھئے اور تکرار الفاظ سے پیدا ہونے والی نغمگی کا لطف اٹھایئے۔

(الف)

فریاد ز افرنگ و دلآویزی افرنگ
فریاد زشیرینی و پرویزی افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزی افرنگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز
از خواب گراں خیز
(۴۳)

(ب)

ایں ہم جہانے، آں ہم جہانے ایں بیکرانے، آں بیکرانے
ایں یک دو آنے، آں یک دو آنے من جاودانے، من جاودانے
اینجا مقامے، آنجا مقامے اینجا زمانے، آنجا زمانے
اینجا چہ کارم، آنجا چہ کارم آہے فغانے، آہے فغانے
ایں رہزن من، آں رہزن من اینجا زیانے، آنجا زیانے
ہر دو فروزم، ہر دو بسوزم ایں آشیانے، آں آشیانے
(۴۴)

(ج)

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں! ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو
آہ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو، رہرو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو
کانپتا ہے دل ترا اندیشہء طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو
دیکھ آ کر کوچہء چاک گریباں میں کبھی!
قیس تو، لیلیٰ بھی تو، صحرا بھی تو، محمل بھی تو
وائے نادانی! کہ تو محتاج ساقی ہو گیا
مے بھی تو، مینا بھی تو، ساقی بھی تو محفل بھی تو
شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



* * * * * * * * * * * * * *

اساتذہ کے کلام اور تحریر و تقریر میں الفاظ مکرر آتے رہتے ہیں۔ کہیں یہ تکرار عیب اور کہیں ہنر شمار ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں الفاظ اور آیات کی تکرار کے بارے میں اہل زبان اور اہل سخن کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ تکرار پسندیدہ اور حسن ہے۔ اس سے کلام میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مکہ مکرمہ کے مشرک' جنہیں قرآن سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ اس کے الفاظ اور آیات کی تکرار سے محظوظ ہوتے تھے۔ وہ بلا کے نقاد تھے اگر یہ تکرار معیوب ہوتی تو سب سے پہلے وہی لوگ اس پر اعتراض کرتے اس باب میں ان کا سکوت اس امر کی دلیل ہے کہ تکرار سے قرآنی فصاحت و بلاغت میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ اس سے زور بیان میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اہل زبان کی اس ساکت شہادت کے بعد برکت اللہ کا اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔

واذا اتتک مذمتی من ناقص
فھی الشھادۃ لی بانی کامل

* * * * * * * * * * * * *

بسااوقات ادیب اور شاعر اپنی تحریر میں مختلف المعنی لفظ مکرر استعمال کرتے ہیں اس تکرار سے کلام میں جو حسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ تکرار کسی رنگ میں بھی معیوب نہیں کہلاتی۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

منصور وار گر برندت بہ پائے دار
مردانہ پائے دار' جہاں پائدار نیست

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی
کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

غیروں کے حال پر تو بہت لطف ہے تمہیں
ہم پر بھی لطف حال ہمارا بھی غیر ہے

باقی ابھی ہے ترک تمنا کی آرزو
کیونکر کہوں کہ کوئی تمنا نہیں مجھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہو گئی بار گراں بندہ نوازی تیری
تو نہ کرتا اگر احسان تہ احساں ہوتا

نظر آتی ہی نہیں حالات کی صورت کوئی
اب یہی صورت حالات نظر آتی ہے

یہ حسیں، یہ مہ جبیں، یہ شہر، ایسی لہر بہر
داغ کلکتے سے لاکھوں داغ دل پر لے چلا

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

خدایا جذبہ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

* * * * * * * * * *

سورہ رحمٰن میں آیت "فبای الاء ربکما تکذبان" (۴۶)

اکتیس بار آئی ہے۔ اگر ہر آیت میں "الاء" کا ترجمہ "نعمتیں" کیا جائے تو روا ہے اس معنی کی رو سے آیت کی تکرار، "تکرار حسن" شمار کی جاتی ہے۔ اور اگر "الاء" کا ترجمہ ہر جگہ سیاق و سباق کی مناسبت سے الگ الگ کیا جائے (جس کی لغت میں کافی گنجائش ہے) تو یہ تکرار فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے پہلی تکرار سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ برکت اللہ کا گزر اس وادی سے نہیں ہوا۔ وہ فصاحت و بلاغت کے اسرار و رموز نہیں سمجھتے۔ قرآن میں تکرار کو عیب گردانتے اور اپنی ادبی کور ذوقی کا ثبوت خود مہیا کرتے ہیں۔ ایسے شخص کے سامنے زبان و بیان کی باریکیاں کھولنا بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے۔

عاشق نہ شدی، محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامہ ہجراں چہ کشاید

نیز بقول غالب

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسد
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



# دامن کو ذرا دیکھ-------

برکت اللہ نے قرآن میں پائی جانے والی تکرار لفظی و معنوی کو کلام کا عیب شمار کیا ہے حالانکہ اسی تکرار ہی سے کلام کا حسن نکھرتا اور جلا پاتا ہے۔ انہیں کون بتائے کہ یہ تکرار عیب نہیں عین ہنر ہے۔

ولا عیب فیھم غیران سیوفھم
بھن فلول من قراع الکتائب
ولا عیب فیھم غیر ان نزیلھم
یلام بنسیان الاحبۃ والوطن

* * * * * * * * * *

پادری صاحب اس تکرار کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو بائیبل میں جابجا پائی جاتی ہے؟ مشتے نمونہ از خروارے چند مقامات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(الف)بائیبل کے پہلے صفحہ پر یہ فقرہ

"اور شام ہوئی اور صبح ہوئی"(۴۷) چھے بار لکھا گیا ہے۔

(ب) کتاب "احبار" میں باب ۱۸ سے باب ۲۶ تک' مختلف قوانین اور احکام درج ہیں۔ ان ابواب میں'

"میں خداوند تمہارا خدا ہوں" ۱۸ بار اور

"میں خداوند ہوں" ۲۰ بار وارد ہوا ہے۔

(ج) کتاب "خروج" باب ۲۰ میں تورات کے احکام عشرہ لکھے گئے ہیں پھر کتاب "استثنا" باب ۵ میں ان احکام کو بعینہ انہیں الفاظ کے ساتھ مکرر درج کیا گیا ہے۔

(د) "زبور" کے باب ۱۳۶ میں یہ فقرہ

"کہ اس کی شفقت ابدی ہے" ۲۶ بار دہرایا گیا ہے۔

(ھ) کیتھولک بائیبل کے صحیفہ دانیال کے تیسرے باب میں

"خداوند کو مبارک کہو" ۳۱ بار' اور

"ابد تک اس کی حمد و توصیف کرو۔" ۳۲ بار لکھا گیا ہے۔

(د) اناجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فقرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"میں تم سے سچ کہتا ہوں۔" (۴۸)

بار بار دہرایا گیا ہے حتی کہ یہ جملہ ان کا تکیہ کلام بن کر رہ گیا ہے۔

بائیبل میں لفظی تکرار کی طرح معنوی تکرار بھی بکثرت واقع ہوا ہے۔ تورات کی کتاب "استثنا" میں گزشتہ کتابوں کے احکام دہرائے گئے ہیں۔ اسی لئے عربی بائیبل میں اس کتاب کا نام "التثنية" اور کیتھولک بائیبل میں "تثنیہ شرع" ہے جس کا آسان سا مفہوم ہے۔

"شریعت کا اعادہ اور دہرانا۔"

بائیبل کی تین کتابوں، "سموئیل، سلاطین اور تواریخ" میں متعدد مضامین تکرار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح "عزرا" کے کئی مضامین "نحمیاہ" میں مکرر لکھے گئے ہیں۔ اناجیل متفقہ (متی، مرقس، لوقا) میں بھی بہت سے مضامین کی تکرار ملتی ہے۔ وھلم جرا۔

* * * * * * * * * *

برصغیر میں بائیبل کے اردو تراجم کا کام ۱۷۴۹ء میں شروع ہوا۔ اور بیسویں صدی کے آغاز تک اس نے متعدد ارتقائی مراحل طے کئے۔ ان تراجم کی نظرثانی کے لئے ۱۹۲۰ء میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر جوئیل واعظ لال دہلوی تھے۔ ۱۹۲۴ء میں ان کی وفات کے بعد پروفیسر محمد اسماعیل اس کمیٹی کے صدر بنے یہ جماعت پادری ولیم میچن (W.Machin) بشپ سی۔ ڈی۔ راکی (Bishop C.D. Rockey) ڈاکٹر عنایت اللہ ناصر، پادری دینا ناتھ گوڑ دہلوی اور پادری برکت اللہ پر مشتمل تھی۔ اس کمیٹی کا نیا اردو ترجمہ بائیبل ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ جو تادم تحریر مسیحی حلقوں میں مروج ہے۔ اس کے بارے میں مسیحی علماء کا خیال ہے کہ کتاب مقدس کا یہ ترجمہ گزشتہ تراجم کی نسبت زیادہ صحیح ہے۔ پادری برکت اللہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے:

"جہاں تک انسانی عقل کام کر سکتی ہے اس سے زیادہ معتبر اور زیادہ صحیح عبارت روئے زمین پر موجود نہیں۔" (۴۹)

الف ایس خیر اللہ نے اس "صحیح عبارت" کے متعدد مقامات پر گرفت کی ہے اور لگی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف لکھ دیا ہے کہ اس مقام پر ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ مثلاً "بدعت" کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:

"بدعت: (عربی: دین میں نئی بات نکالنا۔ اس کا مادہ بدع ہے۔ نئی چیز نکالنا) نئے عہد نامہ میں جس یونانی لفظ کا یہ ترجمہ ہے (فعل Haireo) اس کا مطلب ہے چننا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شروع میں اس لفظ کا مطلب صرف "فرقہ" تھا اور ضروری نہ تھا کہ یہ فرقہ بدعتی ہو۔ اعمال ۵:۱۷ میں صدوقیوں کو ایک فرقہ کہا گیا ہے۔ اسی طرح اعمال ۲۴:۵ میں مسیحی جماعت کو ناصریوں کا فرقہ کہا گیا ہے (یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ پروٹسٹنٹ ترجمہ میں تکرار لفظی ہے۔) "بدعتی فرقہ" ان میں سے صرف ایک لفظ استعمال کرنا چاہئے تھا۔ کیتھولک ترجمہ "ناصریوں کی بدعت کا سرگروہ پایا" یونانی متن کے زیادہ قریب ہے اسی لفظ کا ترجمہ اعمال ۲۴:۱۴ میں بدعت اور اعمال ۲۸:۲۲ میں فرقہ کیا گیا ہے۔" (۵۰)

ایف ایس خیراللہ نے جس آیت کے ترجمہ میں "تکرار لفظی" کی نشاندہی کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ "کیونکہ ہم نے اس شخص کو مفسد اور دنیا کے سب یہودیوں میں فتنہ انگیز اور ناصریوں کے بدعتی فرقہ کا سرگروہ پایا۔" (۵۱)

کیتھولک بائبل میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

۲۔ "کیونکہ ہم نے اس شخص کو مفسد اور تمام دنیا کے سب یہودیوں میں فتنہ انگیز اور ناصریوں کی بدعت کا سرگروہ پایا ہے۔" (۵۲)

عربی ترجمہ بھی کیتھولک ترجمہ سے ملتا جلتا ہے۔

۳۔ " فاننا اذو جدنا هذا الرجل مفسدا و مهيج فتنة بين جميع اليهود الذين فى المسكونة و مقدام شيعة الناصريين۔" (۵۳)

فارسی ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

۴۔ "بما ثابت شدہ است کہ این شخص یک آشوبگر فاسدی است کہ در سرتاسر عالم میان همه یهودیان اختلاف انداختہ و سردستہ بدعت گذاران نصاری است۔" (۵۴)

آخری تین تراجم میں کہیں بھی' یونانی زبان کے زیر بحث لفظ کا ترجمہ "بدعتی فرقہ" نہیں کیا گیا۔ یہ سعادت صرف پادری برکت اللہ اور ان کی کمیٹی کو حاصل ہوئی ہے کہ انہوں نے ایک لفظ کا ترجمہ ایک لفظ میں کرنے کے بجائے دو لفظوں میں کیا ہے۔ حالانکہ ایک لفظ میں ترجمہ کرنے سے پورا مفہوم ادا ہو سکتا تھا۔ دوسرا لفظ مکرر اور زائد ہے۔ جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جس شخص کی کتاب مقدس کے متن میں لفظی اور معنوی تکرار کی بھرمار ہو اور اس کی اپنی تحریر میں بھی "تکرار لفظی" پایا جاتا ہو وہ کس منہ سے کہتا ہے۔

"قرآن کے بعض مقامات میں ---- تکرار لفظی اور معنوی موجود ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطر قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

## ترے دماغ میں تبخانہ ہو تو کیا کہئے!

برکت اللہ قرآن بے عیب کا ایک "عیب" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و اوحینا الی موسی ----- الخ میں پہلے حکم تثنیہ کے صیغہ سے دینا شروع ہوا ہے۔ پھر ربط توڑ کر اس کو جمع کر دیا ہے اور پھر دفعۃً اس کو واحد بنا دیا ہے۔"

اگر برکت اللہ نے علامہ سیوطیؒ کی "الاتقان" کی ۵۱ ویں نوع کا سطحی سا مطالعہ بھی کیا ہوتا تو یہ اعتراض نہ کرتے۔ علامہ سیوطیؒ نے اس نوع میں قرآن فصیح و بلیغ کے "وجوہ مخاطبات" پر روشنی ڈالی ہے اور چونتیس وجوہ پر مفصل کلام کیا ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن نے اپنے سامعین سے چونتیس مختلف پیرائیوں میں خطاب کیا ہے۔ کلام کے اس اسلوب اور خطاب کے اس انداز پر اہل زبان جھوم اٹھتے تھے۔ مکمل آیت پر نظر کیجئے۔

" واوحینا الی موسی واخیه ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلة واقیموا الصلوة و بشرالمؤمنین○ "(۵۵)

"ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف حکم بھیجا کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر کو گھر کی حیثیت دو' اپنے گھر قبلہ رخ بناؤ' نماز کے پابند رہو اور (اے موسیٰ) آپ مسلمانوں کو خوشخبری دے دیں۔"

آیت بالا میں پہلا خطاب (تثنیہ کے صیغہ میں) حضرات موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کیا گیا ہے پھر ربط توڑے بغیر خطاب کا رخ بنی اسرائیل کی طرف پھر گیا ہے اور آخر میں روئے سخن صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ مخاطب کے بدلنے سے خطاب کے صیغے بھی بدلتے چلے گئے ہیں۔ اگر تینوں مقامات پر ایک ہی صیغہ رکھا جاتا تو کلام مہمل ہو جاتا۔ صیغوں کی تبدیلی سے کلام میں جو حسن اور معنویت پیدا ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

مفتی محمد شفیع مرحوم اس آیت میں صیغوں کی تبدیلی کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آیت کے شروع میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو بصیغہ تثنیہ خطاب کیا گیا' کیونکہ مکانات قبلہ رخ کر کے ان میں نماز پڑھنے کی اجازت انہیں کا کام تھا۔ اس کے بعد بصیغہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یعنی سب بنی اسرائیل کو شامل کر کے اقامت نماز کا حکم دیا گیا' کیونکہ اس حکم میں پیغمبر اور امت سب داخل ہیں۔ آخر میں بشارت دینے کا حکم خاص موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا' کیونکہ اصل صاحب شریعت نبی آپ ہی تھے۔ بشارت جنت دینے کا آپ ہی کو حق تھا۔"(۵۶)

* * * * * * * * * * * * *

برکت اللہ قرآن لاریب اور کلام بے عیب کا دوسرا "عیب" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سورہ فتح میں آیت انا ارسلنک شاھدا و مبشرا --- الخ میں متکلم حاضر اور غائب کو مخلوط کر کے ضمیروں کو گڑ بڑ کر دیا ہے۔"

مذکورہ بالا دو آیتوں پر برکت اللہ کا اعتراض بے بنیاد اور لغو ہے کیونکہ پہلی آیت:

"انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا ○ "(۵۷)

"بے شک ہم نے آپ کو شہادت دینے والا' خوش خبری دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

میں غائب کی ضمیر سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ متکلم اور مخاطب (حاضر) کی ضمیریں اپنے اپنے مقام پر ہیں اور معنی صاف ہے۔ ایک غیر جانبدار آدمی دیکھ سکتا ہے کہ اس مقام پر نہ ضمیروں میں کوئی فتور واقع ہوا ہے اور نہ مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ تاہم دوسری آیت۔

"لتؤمنوا باللّٰہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسجوہ بکرۃ و اصیلا ○ "(۵۸)

میں آخری تین افعال کے ساتھ غائب کی ضمیر (ہ) متصل آئی ہے۔ بعض مفسرین نے پہلے دو افعال میں اس ضمیر کو "رسول" کی طرف اور تیسرے فعل میں "اللہ" کی طرف راجع کیا ہے۔ اس طرح بظاہر غائب کی ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے نہ کہ متکلم اور حاضر کی ضمیروں میں کیونکہ اس آیت میں ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ بعض دوسرے مفسرین نے تینوں ضمیروں کو "اللہ" کی طرف راجع کیا ہے۔ اس ترکیب سے ضمیروں میں کوئی انتشار پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم جن مفسرین نے پہلا قول اختیار کیا ہے انہوں نے ضمیروں کے ظاہری انتشار کو بھی رفع کر دیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم لکھتے ہیں:

"عام طور پر لوگوں نے " تعزروہ و توقروہ " کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانا ہے۔ ان کے خیال میں اگر ضمیر مفعول کا مرجع رسول مانا جائے تو اس سے بعد پیدا ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہاں ترتیب' جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



صعودی ہے' اس وجہ سے بعد نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ و رسول پر ایمان کے مطالبہ کے بعد پہلے رسول کا حق اس نے بیان فرمایا کہ رسول کا ذکر ترتیب میں مؤخر تھا۔ اس وجہ سے اس کے ذکر سے متصل ہی اس کا حق بیان فرما دیا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حق بیان فرمایا۔" (۵۹)

حقیقت یہ ہے کہ اس مقام پر برکت اللہ نے محض سنی سنائی بات لکھ دی ہے۔ انہوں نے یہ معلوم کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ یہاں انتشار الضمائر کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔ ان کی تحریر اور انداز فکر غمازی کر رہا ہے کہ وہ انتشار الضمائر کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں بس سطحی سی معلومات رکھتے ہیں۔ ذیل میں ہم عربی بائیبل سے تین اقتباسات نقل کر رہے ہیں جہاں حقیقی انتشار الضمائر پایا جاتا ہے۔ دیکھئے ان مقامات کی مسیحی علماء کیا توجیہ کرتے ہیں (یوں تو بائیبل میں انتشار الضمائر بے شمار مقامات پر واقع ہوا ہے لیکن ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف تین مقامات نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔)

(الف) "احمد الرب بكل قلبی' احدث بجميع عجائبک۔ افرح وابتهج بک' ارنم لا سمک ایها العلی۔ عند رجوع اعدائی الی خلف يسقطون ويهلكون من قدام وجهک۔ لانک اقمت حقی و دعوای' جلست علی الكرسی قاضيا عادلا۔ انتهرت الامم' اهلكت الشرير' محوت اسمهم الی الدهر والابد۔ العدو تم خرابه الی الابد' وهدمت مدنا' باد ذكره نفسه۔ اما الرب فالی الدهر يجلس' ثبت للقضاء كرسيه۔ وهو يقضی للمسكونة بالعدل' يدين الشعوب بالاستقامة۔ ويكون الرب ملجأ للمنسحق' ملجأ فی ازمنة الضيق۔ ويتكل عليک العارفون اسمک لانک لم تترک طالبيک يارب۔" (۶۰)

اس اقتباس میں غائب اور حاضر کی ضمیریں خلط ملط ہو رہی ہیں جب کہ مرجع ایک ہی ہے۔

(ب) "اقتربوا ايها الامم لتسمعوا وايها الشعوب اصغوا' لتسمع الارض وملؤها المسكونة وكل نتائجها۔ لان للرب سخطا علی كل الامم وحموا علی كل جيشهم قد حرمهم دفعهم الی الذبح۔ فقتلاهم تطرح و جيفهم تصعد نتانتها و تسيل الجبال بدمائهم ------ لانه قد روی فی السموات سيفی' هوذا علی ادوم ينزل و علی شعب حرمته للدينونة۔ للرب سيف قد امتلاء دما۔" (۶۱)

ان آیات میں غائب اور متکلم کی ضمیریں مخلوط ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(ج) " فصلی یونان الی الرب الهه من جوف الحوت و قال: دعوت من ضیقی الرب فاستجابنی' صرخت من جوف الهاویة فسمعت صوتی۔ لانک طرحتنی فی العمق فی قلب البحار' فاحاط بی نهر جازت فوقی جمیع تیاراتک و لججک۔ فقلت قد طردت من امام عینیک۔ "(۶۲)

ان آیتوں میں غائب اور حاضر کی ضمیریں باہم مل کر "گڑ بڑ" ہو گئی ہیں۔

برکت اللہ کو سورہ فتح کی دو آیتوں میں انتشار الضمائر کا شبہ ہوا ہے حالانکہ وہ حقیقی انتشار نہیں ہے بلکہ صورۃً ہے جبکہ ہم نے بائبل کے تین مقامات پر حقیقی انتشار الضمائر کی نشاندہی کی ہے۔ اگر ان تین مقامات کے حقیقی انتشار الضمائر سے بائبل کی فصاحت و بلاغت متاثر نہیں ہوئی تو سورہ فتح کی ایک آیت میں پائے جانے والے صورۃً انتشار الضمائر سے قرآن کی فصاحت وبلاغت کیوں متاثر ہونے لگی؟

ہم برکت اللہ سمیت تمام مسیحی علماء کو انجیل کی زبان میں صرف اتنا کہتے ہیں:

"اے اندھے راہ بتانے والو! جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو۔" (۶۳)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

## بے کمال لوگ' لاجواب فتنے

برکت اللہ لکھتے ہیں:

"اہل اسلام کی کتاب قرآن شریف کی تاریخ ہم کو یاد دلاتی ہے کہ قرآن نبوی کے اصلی الفاظ کو معلوم کرنا اب انسانی قدرت سے باہر ہے۔ ہاں اگر حضرت عثمان احراق قرآن کا حکم نہ دیتے اور آج ممالک اسلامیہ میں حضرت سالم کے مصحف' حضرت ابوبکر کے مصحف' حضرت انس بن مالک کے مصحف' حضرت ابوموسیٰ الاشعری کے مصحف' حضرت ابن عباس کے مصحف' حضرت عمر کے مصحف' حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف' حضرت ابی بن کعب کے مصحف' حضرت علی کے مصحف اور دیگر دیار و امصار کے اصحاب کے مصاحف کے نسخوں کی نقلیں ہمارے ہاتھوں میں ہوتیں تو ان نسخوں کے مقابلہ سے قرآن نبوی کے اصل الفاظ کا پتہ چل سکتا تھا۔-----------------

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اگر مذکورہ بالا مصاحف کے نسخے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر اور صحابۂ رسول کے روایہ فی حروف(☆) اور دیگر مصاحف ہمارے پاس موجود ہوتے تو بہت سے معمے جواب حل طلب ہیں حل ہو جاتے' مثلاً ۷ احرف کے اختلافات کی نوعیت کا ہمیں پتہ لگ جاتا' قرأت کے اختلافات کو جانچ کر صحیح قرأت کا علم ہو سکتا تھا' مابین الدفتین کے مسئلہ پر روشنی پڑتی' الہامی اور غیرالہامی عبارت میں تمیز کی جا سکتی' جو اصل قرآن میں نہیں تھا وہ خارج کیا جا سکتا اور جو اصل قرآن تھا (لیکن جس نے مصحف عثمانی میں دخل نہ پایا) قرآن میں پھر درج ہو سکتا تھا۔ یعنی جہاں تک ممکن تھا اصل عبارت قرآن نبوی کا پتہ چل سکتا تھا۔ لیکن خلیفہ عثمان کے قطعی اور ناطق حکم نے سوائے صحیفہ عثمانی کے تمام دیگر صحف کو آگ کی نذر کر دیا اور اب اصلی قرآن نبوی کے الفاظ و آیات اور سورتوں کا پتہ لگانا' ناممکنات میں سے ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں انجیل جلیل کی اصلی عبارت کو معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس ہزاروں نسخوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے وہاں قرآن نبوی کی اصلی اور مکمل عبارت کو معلوم کرنے کے ذرائع مفقود ہیں۔" (۶۴)

برکت اللہ نے اپنے دل میں قرآن محفوظ کے بارے میں چھپے ہوئے بغض و عناد کو صفحۂ قرطاس پر اگلنا شروع کر دیا ہے۔ کس بے شرمی اور کس بے حیائی سے لکھتے ہیں:

"قرآن نبوی کے اصلی الفاظ کو معلوم کرنا اب انسانی قدرت سے باہر ہے۔"

حالانکہ قرآن حکیم کی چودہ سو سالہ تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ اس میں بعینہٖ وہی وحی الٰہی قلمبند اور محفوظ ہے جو رسول اللہ ﷺ پر اتری تھی۔ اس حقیقت کا اعتراف ولیم میور ایسے متعصب اور مخالف اسلام کو بھی ہے۔ حیرت ہے کہ برکت اللہ اس بدیہی' واضح اور روز روشن کی طرح عیاں حقیقت سے نظریں چراتے' اور نصف النہار کو شب دیجور لکھتے ہیں۔

پادری صاحب چند صحابہ کرام کے مصاحف کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر ان نسخوں کی نقلیں ہمارے پاس ہوتیں تو ان کے باہمی مقابلے سے قرآن نبوی کے اصل الفاظ تک رسائی ممکن ہوتی انہوں نے جن صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں ان میں سے حضرات ابوبکر' سالم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم نے سرے سے کوئی مصحف لکھا ہی نہیں تھا لہٰذا ان کے مصاحف کی طلب چہ معنی دارد؟ ان

---

(☆) اس اصطلاح کا مفہوم واضح نہیں ہے شاید برکت اللہ کو بھی اس کا علم نہیں ہو گا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تین صحابہ کرام کے علاوہ دیگر حضرات میں سے صرف حضرات علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے متعدد مصاحف کا تذکرہ ملتا ہے باقی حضرات عمرؓ ابن عباس ؓ ابوموسیٰ اشعری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے صرف ایک ایک مصحف لکھا تھا۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک کے نام کے ساتھ ''کے مصحف' کے مصحف'' کی تکرار جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

صحابہ کرام نے انفرادی طور پر جو مصاحف لکھے تھے ان میں اور قرآن نبوی میں سورتوں کی ترتیب کے سوا کوئی فرق نہیں تھا تمام مصاحف میں وہی وحی الٰہی قلمبند کی گئی تھی جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ صحابہ کرام نے یہ مصاحف صرف اپنی سہولت کے لئے مرتب کئے تھے لوگوں میں ان کی نشرو اشاعت مقصود نہیں تھی۔ ان کے مصاحف میں اگرچہ سورتوں کی ترتیب مختلف تھی لیکن وہ نمازوں، تراویح اور درس و تدریس میں ترتیب نبوی کی پابندی کیا کرتے تھے لہٰذا جب حضرات ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے ''عرضہ اخیرہ'' کی ترتیب کے مطابق ''مصحف ام'' اور ''مصحف امام'' لکھوائے تو تمام صحابہ کرام نے انہیں قبول کیا اور اپنے اپنے انفرادی مصاحف سے دستبردار ہو گئے تھے کیونکہ ان مستند سرکاری مصاحف کی ترتیب، ترتیب نبوی کے عین مطابق تھی۔ اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب ایک بار قرآن حکیم کو ترتیب نبوی کے مطابق کتابی شکل میں ڈھالا گیا تو اس کے بعد کسی شخص نے اس ترتیب کے خلاف کوئی مصحف نہیں لکھا۔ برکت اللہ نے صحابہ کرام کے جن مصاحف کا تذکرہ کیا ہے ان کے ہونے یا نہ ہونے سے قرآن حکیم کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ''مصحف ام'' اور ''مصحف امام'' میں حرف بحرف اور ہو بہو وہی قرآن درج کیا گیا تھا (اور آج تک دنیا بھر میں وہی قرآن رائج ہے) جو رسول اللہ ﷺ پر بذریعہ وحی نازل ہوا تھا۔

برکت اللہ کو اصرار ہے کہ اگر صحابہ کرام کے مصاحف موجود ہوتے تو بہت سے ''معمے'' حل ہو جاتے مثلاً:

۱۔ ''سبعہ احرف'' کے اختلافات کی نوعیت معلوم ہو جاتی۔''

''سبعہ احرف'' میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن اس کی نوعیت معلوم ہو چکی ہے اور یہ کوئی حل طلب معمہ نہیں رہا۔ ہم مسیحیوں کو دعوت دیں گے کہ وہ ''علوم القرآن'' پر لکھی ہوئی کتب کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ یہ گتھی سلجھ جائے گی (☆)۔

---

(☆) ہم نے گزشتہ صفحات میں ''سبعہ احرف'' پر مفصل بحث کی ہے۔ اس پر بھی دوبارہ نظر ڈال لیجئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


۲۔ "قرأت کے اختلافات معلوم کر کے صحیح قرأت کا علم حاصل ہو سکتا تھا۔"

قرآن کی قرأت کے اختلافات نہ صرف معلوم ہو چکے ہیں بلکہ سبعہ اور عشرہ قرء آت تک مرتب اور مدون ہو چکی ہیں اور چودہ صدیوں سے لوگ انہیں پڑھ اور سن رہے ہیں۔ برکت اللہ صحابہ کرام کے مصاحف کا کھوج لگا کر اور کون سے "اختلافات قرأت" تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

۳۔ "ما بین الدفتین" کے مسئلہ پر روشنی پڑتی۔"

یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ علوم القرآن پر بے شمار کتب لکھی گئی ہیں لیکن کسی کتاب میں اسے نہیں چھیڑا گیا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ دور نبوت میں قرآن حکیم مختلف اشیاء پر لکھا ہوا تھا اور کتابی شکل میں یکجا نہیں ہوا تھا کیونکہ اس کی تدوین وحی کے مکمل ہونے پر ہی ممکن تھی(☆) وحی کی تکمیل کے بعد دور صدیقی میں اسے کتابی شکل دی گئی اس شکل کو "بین الدفتین" سے تعبیر کیا گیا کہ قرآن دو تختیوں کے درمیان یکجا کر دیا گیا اور آج تک قرآن "بین الدفتین" ہی محفوظ چلا آتا ہے کہ اس سے کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔

۴ "الہامی اور غیر الہامی عبارت میں تمیز کی جا سکتی تھی۔"

قرآن حکیم شروع سے لے کر آخر تک الہامی کلام اور وحی الٰہی پر مشتمل ہے اس سے کوئی الہامی لفظ اور حرف تک ساقط نہیں ہوا اور نہ اس میں غیر الہامی کلام کی آمیزش ہوئی ہے لہٰذا اس محفوظ کتاب کے باب میں الہامی اور غیر الہامی کی بحث اٹھانا وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۵۔ "الہامی اور غیر الہامی میں امتیاز کر کے 'غیر الہامی کلام کو قرآن سے الگ کرنا اور اس الہامی کلام کو قرآن میں پھر سے درج کرنا آسان ہو جاتا جو صحیفۂ عثمانی میں درج ہونے سے رہ گیا تھا۔"

یہ بھی ایک لایعنی اور لاحاصل بحث ہے۔ کیونکہ قرآن کی تدوین کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے "مصحف ام" کی ترتیب کو پیش نظر رکھا اور اس سے سرمو انحراف نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں قرآن حکیم کے لکھے ہوئے اجزاء مکمل موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب

---

(☆) اس مسئلے پر ہم گزشتہ صفحات میں مفصل بحث کر چکے ہیں ایک بار ان مباحث پر دوبارہ نظر ڈال لیجیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کو یکجا کر کے کتابی شکل دے دی تھی۔ جب ۲۵ھ میں اختلافات قرأت کی کثرت فتنہ بننے لگی تو "مصحف ام" کو ہو بہو نقل کر کے مملکت اسلامی میں پھیلایا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مبارک اقدام قرآن حکیم کی عظیم خدمت شمار کیا گیا تھا جس کا اپنوں اور غیروں سبھی نے اعتراف کیا ہے۔ اگر بالفرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نقل مصاحف کے وقت کچھ الہامی کلام قرآن میں درج نہ کرایا ہوتا یا کچھ غیر الہامی کلام قرآن میں شامل کر دیا ہوتا تو کیا ان کے خون کے پیاسے باغی اس جسارت اور خیانت کو برداشت کرتے؟ باغیوں نے آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے لیکن کسی نے آپ پر تحریف قرآن کا الزام نہیں لگایا۔ دشمنوں کا یہ طرز عمل بتا رہا ہے کہ حضرت عثمان کے عہد میں قرآنی نسخوں کی نقل انتہائی احتیاط سے کی گئی تھی۔ لہٰذا کمی بیشی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا(☆)

۶۔ "انجیل جلیل کی اصلی عبارت معلوم کرنے کے لئے ہزاروں نسخوں کا ذخیرہ موجود ہے جبکہ قرآن کی اصلی عبارت معلوم کرنے کے ذرائع مفقود ہیں۔"

پادری برکت اللہ اپنی کتب مقدسہ کے ہزاروں نسخوں پر مشتمل ایک پرانے ذخیرہ کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں۔ ان کی متعدد کتابوں میں یہ مضمون جابجا ملتا ہے کہ ان کے پاس عہد نامہ قدیم و جدید کے ہزاروں نسخے محفوظ ہیں جن کے باہمی تقابل سے کلام اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے لیکن انہیں کون بتائے کہ انہیں ہزاروں نسخوں نے اور ان میں پائے جانے والے لاکھوں اختلافات نے الہامی اور غیر الہامی کلام میں ایسا اشتباہ اور التباس پیدا کر دیا ہے کہ حقیقت تک رسائی مشکل بلکہ ناممکن ہو گئی ہے۔

## حقیقت خرافات میں کھو گئی

* * * * * * * * * * * * * *

جن ہزاروں نسخوں پر برکت اللہ اور دیگر مسیحی علماء کو ناز ہے یہ تمام نسخے اس وقت منسوخ اور ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں جب کسی علاقے میں کھدائی کے دوران ان سے بھی زیادہ قدیم نسخے دستیاب ہوتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں مکمل بائیبل کے دو اردو ترجمے ۱۸۴۴ء میں بنارس سے اور ۱۸۷۰ء میں مرزا پور سے شائع ہوئے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک یہ دونوں ترجمے مستند اور قابل

---

(☆) اس موضوع پر مفصل بحث گزر چکی ہے اس پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیجئے۔ ان شاء اللہ پادری صاحب کے پیدا کئے ہوئے شکوک و شبہات خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اعتبار سمجھے جاتے رہے گرجا گھروں میں ان کی تلاوت ہوتی رہی کتابوں میں انہیں کے حوالے دیئے جاتے رہے۔ اس کے بعد ۱۸۸۱ء میں بائیبل کا انگریزی ترجمہ کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کے ممتاز ترین رکن بشپ وسٹکٹ (Bishop Westcott) اور ڈاکٹر ہورٹ (Hort) تھے۔ ان کے انگریزی ترجمہ کو Revised Version کا نام دیا گیا۔ ۱۹۰۰ء میں اس انگریزی ترجمہ کو اردو کے قالب میں ڈھالا گیا۔ اس ترجمے سے بنارس اور مرزا پور کے ترجمے ناقابل اعتبار ٹھہرے۔ یہ کہانی خود پادری برکت اللہ کی زبانی سنئے!

> "یہ ترجمہ (Revised Version) نسخہ ویٹی کن اور نسخہ سینا کے متنوں پر مبنی ہے۔ انگریزی کمیٹی کے ارکان ان ہزاروں نسخوں کی مختلف قرأتوں سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے ب متن کو اختیار کر کے انگریزی خوانوں کے سامنے ایک ایسا ترجمہ رکھ دیا جو صحیح ترین متن پر مشتمل تھا۔ اس ترجمہ میں سے وہ تمام آیات اور الفاظ خارج کر دیئے گئے ہیں جو صحیح ترین اور قدیم ترین نسخوں میں نہیں تھے۔
>
> ۱۹۰۰ء کا نیا اردو ترجمہ اس صحیح ریوائزڈ انگریزی ترجمہ پر مبنی ہے۔ بنارس اور مرزا پور کے ترجموں کے وقت قدیم اور معتبر اور صحیح نسخے مترجمین کے سامنے نہیں تھے، کیونکہ وہ اس کے بعد دستیاب ہوئے ہیں۔" (۶۵)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ:

(الف) بائیبل کے ہزاروں نسخوں میں صحیح اور غیر صحیح دونوں قسم کے نسخے پائے جاتے ہیں۔

(ب) ۱۸۸۱ء کے انگریزی ترجمے (Revised Version) سے متعدد آیات اور الفاظ نکال دیئے گئے جو صحیح ترین نسخوں میں موجود نہیں تھے۔ یہ خارج شدہ مواد جن نسخوں سے ترجمہ کیا گیا تھا وہ نسخے لازماً غیر صحیح اور غلط قرار پاتے ہیں۔

(ج) مرزا پور اور بنارس کے اردو ترجمے بھی غالباً انہیں غیر صحیح اور غلط نسخوں کو سامنے رکھ کر کئے گئے ہوں گے۔

(د) ۱۹۰۰ء میں صحیح انگریزی ترجمہ کو اردو لباس پہنایا گیا۔ اور اس سے قبل کے اردو ترجمے ترک کر دیئے گئے۔

ہم تمام مسیحی علماء سے پوچھتے ہیں کہ اگر آج کسی مقام سے کھدائی کے دوران سب سے زیادہ قدیم نسخے برآمد ہو جائیں تو کیا اس وقت دنیا بھر میں رائج بائیبل مقدس کے تمام نسخے لپیٹ کر رکھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دیئے جائیں گے اور وجہ یہ تراشی جائے گی کہ ان سے بھی زیادہ صحیح نسخے دستیاب ہو گئے ہیں۔ کوئی حد ہے اس تغیر و تبدل کی؟ اکھاڑ پچھاڑ کا یہ سلسلہ آخر کب تک جاری رہے گا؟

رو میں ہے رخش عمر، کہاں دیکھئے تھمے

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

* * * * * * * * * * * * *

مسیحی علماء جن ترجموں کو ترک کر دیتے ہیں ان پر بھی اکثر و بیشتر یہ الفاظ درج ہوتے ہیں: "مطابق اصلی متن" یا "اصل زبانوں عبرانی اور یونانی سے ترجمہ شدہ" وغیرہ ان ترجموں کو "صحیح ترین" قرار دے کر شائع کیا جاتا ہے اور مسیحی عوام عرصہ دراز تک انہیں "صحیح اور مقدس" سمجھ کر تلاوت کرتے رہتے ہیں کہ اچانک انہیں غیر صحیح قرار دے کر Revised Version کے نام سے نیا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ ایک غیر جانبدار شخص پوچھ سکتا ہے کہ "صحیح اور اصلی" نسخہ پہلا تھا یا دوسرا؟

شد پریشاں خواب ما از کثرت تعبیر ھا

* * * * * * * * * * * * *

مسیحی اور یہودی کتب مقدسہ کو اول سے آخر تک حفظ کرنے کا رواج نہ ماضی میں تھا اور نہ حال میں ہے۔ اور نہ یہ کتابیں کسی کو یاد رہ سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کو لکھتے وقت اگر کاتب سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ آسانی سے نہیں پکڑی جا سکتی اور ان نسخوں میں کاتب کی غلطیاں سالہا سال تک قائم رہتی ہیں اگر انہیں نسخوں کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے تو ان غلطیوں کا ترجمہ بھی (انہیں صحیح سمجھتے ہوئے) کر دیا جاتا ہے جو حقیقۃً غلط ہوتا ہے اس طرح اصل زبان کی غلطیاں اور پھر ترجمہ در ترجمہ کی غلطیاں صدیوں تک "صحیح" سمجھی جاتی اور تلاوت کی جاتی رہتی ہیں۔ ان غلطیوں کی ایک دلچسپ مثال پادری برکت اللہ نے اپنی ایک کتاب میں ان الفاظ میں تحریر کی ہے:

"ا۔ تمتھیس ۳:۱۶ میں ہے "وہ جو جسم میں ظاہر ہوا ---- الخ"

اس آیہ شریفہ میں الفاظ "وہ جو" کی یونانی ΟΣ ہے لیکن کاتب نے اس لفظ کو غلطی سے ΘΣ (بمعنی خدا) لکھ دیا۔ جس کی وجہ سے مابعد کے یونانی نسخوں میں اس مقام پر ΘΣ نقل ہوتا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہی وجہ ہے کہ ہمارے پرانے اردو ترجمہ میں اس آیت کا یہ ترجمہ ہے ''خدا جسم میں ظاہر ہوا'' جب قدیم ترین یونانی نسخے دستیاب ہوئے تو وہاں اس مقام پر لفظ ΟΣ پایا گیا۔ پس سوال یہ پیدا ہوا کہ دونوں لفظوں میں سے صحیح لفظ کون سا ہے اس کے تصفیہ کے لئے قدیم لاطینی ترجموں کو دیکھا تو وہاں لاطینی مترجمین نے لفظ Deus (بمعنی خدا) نہیں لکھا بلکہ لفظ Qui (بمعنی وہ جو) لکھا تھا۔ اس لاطینی ترجمہ نے ثابت کر دیا کہ پرانے زمانہ میں یونانی نسخہ کے کسی کاتب نے غلطی سے ΟΣ کو ΘΣ لکھ دیا تھا۔ پس موجودہ اردو ترجمہ میں اس آیہ شریفہ میں لفظ ''خدا'' کی جگہ الفاظ ''وہ جو'' بحال کئے گئے ہیں۔'' (۶۶)

صد شکر کہ پادری صاحبان کو ''عہد جدید'' کے ایک مقام پر کاتب کی غلطی کا انکشاف ہو گیا اور انہوں نے اس کی اصلاح بھی کر دی ہے لیکن کیا انہوں نے اس مسئلے پر بھی غور کیا ہے کہ اس انکشاف سے پہلے اس غلطی اور اس کے غلط ترجمے نے جو قیامت ڈھائی ہو گی اس کا ازالہ کیسے ہو گا؟ نیز اس کا کیا علاج کہ دنیا بھر میں رائج بائیبل کے بے شمار نسخوں میں یہ غلطی ابھی تک موجود ہے اور اصلاح کا دائرہ ان تک نہیں پہنچا۔ ان گنت لوگ اب بھی اس غلطی کو صحیح سمجھ کر تلاوت کر رہے ہیں۔ مثلاً

The Holy Bible, King James Version, 1983.

میں آیت بالا کا ترجمہ یوں درج ہے۔

"God was manifest in the flesh."(67.a)

عربی بائیبل ۱۹۸۰ء میں ترجمہ کا انداز کچھ یوں ہے۔

'' اللّٰہ ظہر فی الجسد '' (۶۷ب)

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

* * * * * * * * * *

پادری برکت اللہ کا دعویٰ ہے کہ انجیل جلیل کی اصل عبارت معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس ہزاروں نسخوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان ہزاروں نسخوں اور ان میں پائے جانے والے لاکھوں اختلافات نے حقیقت تک رسائی کی راہیں بند کر دی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی شوریٰ کے ارکان کی سوچ سو فی صد درست تھی کہ اگر مختلف لہجوں اور متعدد قبائل کی مختلف قراتوں پر مشتمل قرآنی نسخے رائج رہے تو مستقبل میں ان کا حال بھی گزشتہ آسمانی کتابوں جیسا ہو جائے گا اور قرآن نبوی کی پہچان ہی اٹھ جائے گی ہر قبیلہ اپنے نسخہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



قرآنی کو قرآن نبوی قرار دیتے ہوئے باقی نسخوں کو غلط ٹھہرائے گا۔ اس خطرے کے پیش نظر انہوں نے قرآن نبوی کو لغت قریش کے مطابق لکھوا کر اور سورتوں کو "عرضہ اخیرہ" کی ترتیب کے مطابق مرتب کر کے مملکت اسلامیہ میں رائج کیا اور لوگوں کو بھی تلقین کی کہ وہ اپنے اپنے مصاحف ان مستند مصاحف کے مطابق لکھیں اور نقل کریں۔ ان کے علاوہ دوسرے تمام مصاحف پر پابندی لگا دی گئی اور امت نے اس پابندی کو ہنسی خوشی قبول کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا بھر میں ایک ہی قرآن رائج ہے اور یہی قرآن' قرآن نبوی ہے۔ لیکن برکت اللہ کو اصرار ہے کہ جب تک صحابہ کرام کے لکھے ہوئے تمام مصاحف دستیاب نہیں ہو جاتے اس وقت تک قرآن نبوی تک رسائی ناممکن ہے۔ گویا انہوں نے بائیبل کے ہزاروں قدیم نسخوں میں الجھ کر "کلام اللہ" تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ اب وہ ہمارے ہمدرد اور بہی خواہ بن کر ہمیں بھی صحابہ کرام کے خیالی اور تصوراتی مصاحف میں الجھا کر قرآن نبوی تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ چہ خوب!

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

## ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا

پادری برکت اللہ نے پہلے تو مختلف صحابہ کرام کے مصاحف کا ذکر کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اگر یہ تمام مصاحف موجود ہوتے تو ان کے باہمی مقابلے سے اصل قرآن نبوی تک رسائی ممکن ہوتی پھر اچانک اپنے موقف میں تبدیلی لاتے ہوئے یہ کہنے لگے ہیں کہ اگر صحابہ کرام کے مصاحف موجود ہوتے تو بھی اصل قرآن مرتب نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ عجیب و غریب منطق اور متضاد موقف پادری صاحب کی زبانی سنئے۔

"حق تو یہ ہے کہ اگر مذکورہ بالا مصاحف کے نسخوں کی نقلیں آج اس دنیا میں موجود بھی ہوتیں تو بھی ان کا مقابلہ کر کے ایک جامع قرآن مرتب نہ ہو سکتا (سبحان اللہ) ایسے قرآن کی نسبت ہم وثوق کے ساتھ یہ کبھی نہ کہہ سکتے کہ یہ جامع اور مانع قرآن ہے۔ اور تمام آیات جو رسول عربی پر نازل ہوئیں اس میں موجود ہیں۔ اور اس میں کوئی آیت ایسی نہیں جو ان پر نہ اتری ہو' جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نبوی کا ہمارے ہاتھوں میں ہونا قطعی ناممکن امر ہے' کیونکہ آنحضرت (ﷺ) کی حین حیات میں کوئی قرآن جمع نہیں تھا۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حقیقت پر قرآن خود شاہد ہے چنانچہ لکھا ہے: "ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ۔ اے محمدؐ! قرآن (کے جمع کرنے میں) قبل اس کے کہ تجھ پر اس کی وحی پوری ہو جائے جلدی مت کر۔ (طہ آیت ۱۰۳) (۶۸) پھر لکھا ہے کہ قرآن کا جمع کرنا اور اس کی صحیح تاویل کرنا خدا کا ذمہ ہے۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ ○ ثم ان علینا بیانہ ○ "یعنی قرآن کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارا ذمہ ہے اور اس کی تاویل کرنا بھی ہمارا ہی کام ہے (قیامہ: ۱۷،۱۸) (۶۹)

پس رسول عربی کی زندگی میں قرآن جمع نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے جواب "تم کیونکر وہ کام کرنا چاہتے ہو جس کو خود رسول اللہ (ﷺ) نے نہیں کیا۔" (۷۰)

پادری صاحب نے اپنے دعویٰ کی دلیل صرف اس قدر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا۔ اور قرآن حکیم کے دو مقامات سے بھی (تین آیات نقل کر کے) یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کی جمع و تالیف پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کا کام نہیں تھا۔ لیکن ان دلائل سے ان کا یہ دعویٰ کہ قرآن نبوی کا ہمارے ہاتھوں میں ہونا قطعی ناممکن امر ہے، ثابت نہیں ہوتا کیونکہ۔

(الف) جن روایات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ قرآن، رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جمع نہیں کیا گیا تھا، ان کا مفہوم یہ ہے کہ دور نبوت میں قرآن کتابی شکل میں یکجا نہیں کیا گیا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو کاغذ کی قلت تھی دوسرے یہ کہ قرآن کی آیات آنحضرت ﷺ کی زندگی کے آخری ایام تک مسلسل نازل ہوتی رہیں، ان میں ناسخ و منسوخ کا بھی احتمال ہوتا تھا اور ان کی ترتیب تلاوت، ترتیب نزول سے ہٹ کر قائم کی جا رہی تھی جو کتاب تیئیس سال کے عرصے میں جستہ جستہ نازل ہوئی اسے کتابی شکل میں یکجا کرنا پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی میں بہت ہی مشکل تھا۔ کلام اللہ کی کتابی شکل میں جمع و تدوین وحی کی تکمیل پر اور دور نبوت کے بعد ہی ممکن تھی۔ علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

" وانما لم یکتب فی عھد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مصحف لئلا یفضی الی تغییرہ فی کل وقت، فلھذا تاخرت کتابتہ الی ان کمل نزول القرآن بموتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔" (۷۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"عہد نبوت میں قرآن حکیم کو ایک مصحف میں اس لئے نہ لکھا گیا کہ اسے بار بار تبدیل نہ کرنا پڑے۔ لہٰذا اس کی کتابت کو اس وقت تک ملتوی کر دیا گیا جب تک آنحضرت ﷺ کی وفات سے اس کے نزول کی تکمیل نہ ہو گئی۔"

(ب) مذکورہ بالا روایات سے یہ مضمون اخذ کرنا کہ دور نبوت میں قرآن کو کسی شکل میں بھی جمع نہیں کیا گیا تھا بہت بڑی زیادتی اور بدترین علمی خیانت ہے۔ تاریخی شواہد اس کے خلاف پڑتے ہیں۔ غیر جانبدار مبصرین اور نقاد بھی اسے تسلیم نہیں کرتے حتیٰ کہ خود پادری برکت اللہ صاحب بھی اپنی کتابوں میں مختلف مقامات پر اسے جزئی طور پر جھٹلا چکے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

۱۔ "وحی کبھی ہرن کی جھلیوں اور کبھی اونٹ کی ہڈیوں اور کبھی کھجور کے پتوں کی کتلوں پر لکھی جاتی تھی۔"

۲۔ "پہلی قسم کے مآخذ قرآن کے حافظ اور قاری تھے اور قرآن زیادہ تر ان کے سینہ میں ہی تھا۔" (۷۲)

پادری صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ دور نبوت میں قرآن کو لکھا اور حفظ کیا جاتا تھا۔ بالفاظ دیگر اسے یوں کہنا بالکل درست ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حین حیات میں قرآن کو جمع کر لیا گیا تھا۔ گزشتہ اوراق میں ہم قرآن کی جمع و تدوین اور حفظ و کتابت پر بھرپور روشنی ڈال چکے ہیں۔ ان صفحات پر نظر ڈالئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ۔

"آنحضرت (ﷺ) کی حین حیات میں کوئی قرآن جمع نہیں تھا۔"

کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) پادری صاحب نے سورت طٰہٰ اور سورت قیامہ کی جن آیات سے استدلال کیا ہے ان کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب (شروع شروع میں) وحی لاتے اور سرکار رسالتمآب ﷺ کے سامنے اسے پڑھتے تو آپ بھی ان کے ساتھ ساتھ وحی کے الفاظ کو اس اندیشے کے پیش نظر دہراتے چلے جاتے کہ کہیں کوئی لفظ یا فقرہ چھوٹ نہ جائے۔ آپ کے اس طرز عمل پر مذکورہ بالا آیتیں نازل ہوئیں اور آپ کو یہ تعلیم دی گئی کہ آپ وحی کے دہرانے میں جلدی نہ کریں بلکہ جب ہمارا فرشتہ قرآن پڑھ رہا ہو تو آپ اس تلاوت کو پوری توجہ سے سنتے رہیں اور اس فکر میں نہ پڑیں کہ اس کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس نازل شدہ وحی کو حرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحرف آپ کے قلب اطہر میں جمع کر دینا ہمارا کام ہے۔ چنانچہ بعد کے ادوار میں ہم دیکھتے ہیں کہ وحی کے مکمل ہونے اور فرشتے کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اول سے آخر تک پوری وحی ازبر ہوتی تھی۔ (۷۳) آپ اسے کاتب سے لکھواتے اور حفاظ کو یاد کرا دیا کرتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جس ہستی پر اپنا کلام نازل فرمایا انہیں کے ہاتھوں اسے جمع اور مرتب بھی کرا دیا تھا۔ (فللّٰہ الحمد والمنة۔)

پادری صاحب نے اپنے دعویٔ مزعوم کے ثبوت میں جو آیات پیش کی ہیں ان سے الٹا ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ انہیں چاہئے تھا کہ ایسی واضح آیات و احادیث اور ایسے کھلے کھلے آثار پیش کرتے جن میں یہ صراحت ہوتی کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ نے قرآن جمع کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے برعکس انہوں نے جن آیات سے یہ مضمون کشید کرنا چاہا ہے کہ قرآن دور نبوت میں جمع نہیں ہوا تھا اور قرآن نبوی کا حصول ناممکن ہے۔ انہیں آیات سے الٹا یہ مترشح ہو رہا ہے کہ قرآن جمع ہی دور نبوت میں ہوا تھا اور موجودہ قرآن بعینہ قرآن نبوی ہے۔

"جس کے سننے کے کان ہوں وہ سن لے۔" (۷۴)

اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ

جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

اور جو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

نازل ہوئی تھی اس کا حصول ناممکن ہے تو حق بجانب ہوں گے کیونکہ

۱۔ بنی اسرائیل جب اسیری اور جلا وطنی کے بعد اپنے وطن واپس آئے تو ان کے پاس تورات نہیں تھی۔

۲۔ انہیں اپنے وطن میں زندگی بسر کرنے کے لئے تورات کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔

۳۔ یہ کتاب کسی کو اول سے آخر تک مکمل حفظ نہیں تھی کہ دوبارہ لکھ لی جاتی۔

۴۔ تورات کی کمی محسوس کرتے ہوئے حضرت عزیر علیہ السلام نے اسے از سر نو مرتب کیا۔

۵۔ فادر آٹو پوسٹما لکھتے ہیں۔

"تورات کا ڈھانچا ایک شخص بنام عزرا نے بنایا۔ کیونکہ وہ یہودی تہذیب و تمدن سے بخوبی واقف تھا۔ اس نے یہودیوں کے رسم و رواج کو قلمبند کیا اور ضرورت کے مطابق اس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ترمیم اور رد و بدل بھی کی۔ اس نے اس مجموعے کا نام "تورات" رکھا----------

یہ کتاب "پاک کلام" کی سب سے پاک کتاب سمجھی جاتی تھی۔ اتنی پاک کہ ان کے خیال میں عزرا جیسا معمولی آدمی اس کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لئے تورات کی قلمبندی موسیٰ (علیہ السلام) سے منسوب کی گئی۔" (۷۵)

فادر موصوف نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر صاف اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ جس تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل عزرا (حضرت عزیر علیہ السلام) کی لکھی ہوئی ہے۔

٦۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک انجیل نازل فرمائی تھی لیکن بائیبل کے نئے عہد نامہ عہد جدید میں چار انجیلیں شامل ہیں جن کے مضامین کہیں باہم متفق اور کہیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حین حیات میں ان چاروں انجیلوں میں سے ایک انجیل بھی نہیں لکھی گئی تھی۔ آپ کے "رفع" کے بعد آپ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں نے یہ انجیلیں تصنیف و تالیف کیں۔ کیونکہ ان کے لکھے جانے کا زمانہ پہلی صدی عیسوی کے آخر تک پھیلا ہوا ہے۔ مسیحی علماء نے ان اناجیل کے تحریر کئے جانے کے سن (اپنی اپنی تحقیق کے مطابق) مختلف لکھے ہیں۔ ذیل میں ہم چند علماء کے اقوال کی روشنی میں ان چاروں انجیلوں کے سن ہائے تصنیف درج کر رہے ہیں۔

### اناجیل اربعہ کے سن ہائے تصنیف

| مسیحی عالم | متی کی انجیل | مرقس کی انجیل | لوقا کی انجیل | یوحنا کی انجیل | حوالہ نمبر |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۔ برکت اللہ | ۵۰ء کے قریب | ۴۰ء یا ۵۰ء | ۵۵ء یا ۶۰ء | ۵۰ کے قریب | (۷٦) |
| ۲۔ آٹو پوسٹما | ۷۰ء | ۶۰ء | ۸۰ء | ۹۰ء تا ۱۰۰ء | (۷۷) |
| ۳۔ جی ٹی مینلی | ۷۰ء | ۶۰ء تا ۶۵ء | ۶۴ء سے پہلے | ۹۰ء تا ۱۰۰ء | (۷۸) |
| ۴۔ ایف ایس خیر اللہ | -- | ۵۰ء تا ۵۵ء | ۔ ٦٠ | ۹۰ء | (۷۹) |
| ۵۔ Dict. of Bible | ۵۵ء تا ۷۰ء | ۶۰ء تا ۷۰ء | ۷۰ء کے بعد | ۱۰۰ء سے پہلے | (۸۰) |

کیتھولک بائیبل کے عہد جدید کے دیباچے میں مرقوم ہے۔

"یہ تین اناجیل (پہلی تین انجیلیں) سن باسٹھ سے پہلے لکھی گئیں اور مقدس یوحنا کی انجیل پہلی صدی کے اختتام سے پہلے لکھی گئی۔ مقدس متی نے ارامی زبان میں اپنی انجیل لکھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جو بعد ازاں یونانی زبان میں ترجمہ کی گئی۔ دیگر کتابیں یونانی زبان میں لکھی گئیں۔" (۸۱)

پال ارنسٹ لکھتے ہیں:

"بائبل مقدس کا دوسرا حصہ نیا عہد نامہ یا عہد جدید ہے اس حصے کو مسیحی مانتے ہیں یہ حصہ خداوند یسوع مسیح کی آمد کے بعد پہلی صدی مسیحی میں قریباً ایک سو سال کے عرصے میں لکھا گیا تھا۔" (۸۲)

فادر آٹو پوسٹما لکھتے ہیں۔

"مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں اور مختلف گروہوں میں پاک کلام کی قلمبندی کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ حالانکہ جب شروع شروع میں عینی شاہد بہت زیادہ تھے تو مسیحی مذہب کے پیروکار کم تھے اور جب مسیحیوں کی تعداد بڑھنے لگی تو عینی شواہد (شاہد) کم ہونے لگے۔ تب انہیں (نسبتاً دیر سے) ایک کتاب کو قلمبند کرنے کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوا۔ واقعات کے تقریباً ۲۵ سے ۵۰ سال کے بعد۔ صاف ظاہر ہے کہ اتنی لمبی مدت کے دوران اور اس کے بعد اگر اناجیل کے مصنفین یعنی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے انداز بیان میں فرق ہو تو یہ کوئی حیرانی کی بات تو نہیں۔" (۸۳)

اس وضاحت کے بعد فادر موصوف نے اناجیل کے مشترک، متفق اور ایک دوسرے سے مختلف مضامین پر بحث کی ہے جس کا حاصل وہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی بھی انجیل میں یسوع کے وہ الفاظ درج نہیں جو کہ اس کے منہ سے ادا ہوئے تھے۔ بلکہ یہ مصنفین کا اپنا انداز بیان ہے۔ اسی لئے ہم پاک کلام کو کبھی یسوع کے حوالے سے نہیں پڑھتے۔ مثال کے طور پر جب گرجا گھر میں کوئی قاری انجیل مقدس سناتا ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ انجیل ہے یسوع کی یسوع کے مطابق، بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ یہ انجیل ہے حضرت متی، لوقا یا یوحنا کے حوالے سے۔ یعنی انہوں نے یسوع کے واقعات کو اپنے طریقے، اپنی زبان اور اپنے قاصد (مقاصد) کے لئے قلمبند کیا۔" (۸۴)

مسیحی علماء کی یہ تحریریں ان امور پر روشنی ڈال رہی ہیں کہ

(الف) بائبل کے پرانے عہد نامہ / عہد عتیق میں شامل تورات عزرا کی مرتب کردہ ہے نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(ب) نئے عہد نامہ / عہد جدید میں شامل پہلی انجیل، متی کی،

(ج) دوسری انجیل مرقس کی،

(د) تیسری انجیل لوقا کی،

(ھ) اور چوتھی انجیل یوحنا کی لکھی ہوئی ہے۔

(و) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ اپنی زندگی میں کوئی انجیل لکھی، نہ لکھوائی اور نہ ان کے بعد کسی نے ان کی بیان کردہ انجیل انہیں کے الفاظ میں قلمبند کی۔

(ز) ان واضح اور غیر مبہم اعترافات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک غیر جانبدار شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ تورات موسوی اور انجیل عیسوی کا دنیا سے نام و نشان تک مٹ چکا ہے۔ ان کا حصول نا ممکنات میں سے ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس اصلی تورات و انجیل کو برآمد نہیں کر سکتی جو کلام الٰہی پر مشتمل اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بذریعہ وحی انبیاء کرام پر نازل ہوئی تھیں۔

## خوئے بد را بہانہ ہا بسیار

پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

"یمامہ کے (کی) جنگ میں قرآن کے قاریوں میں بہت قتل واقع ہوا تھا اور خدشہ تھا کہ بہت سا حصہ قرآن مجید کا گم ہو جائے گا۔ پس چونکہ قرآن کا بہت سا حصہ قاریوں کے سینوں میں تھا اور قاریوں میں بہت قتل واقع ہو گیا تھا لہٰذا قرآن کا بہت سا حصہ جو صرف ان قاریوں کو ہی یاد تھا ان کی شہادت کے وقت ضائع ہو گیا۔ چنانچہ ابن ابی داود سے مروی ہے کہ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے قرآن کی کسی آیت کو دریافت کیا تو ان سے کہا گیا کہ وہ آیت فلاں شخص کو یاد تھی جو کہ معرکہ یمامہ میں قتل ہو گیا یہ سن کر (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا "انا للہ" اور انہوں نے قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ دیگر بہت سی آیات، آیت رجم اور آیت رضاع کی طرح ضائع بھی ہو گئیں۔ صاحب دبستان مذاہب ہم کو ایک سورت بھی بتاتا ہے جو ضائع ہو گئی ہے۔" (٨٥)

پادری صاحب نے (جنگ یمامہ کے حوالے سے) منطقی انداز میں صغری کبری جوڑ کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ پھر ایک روایت نقل کر کے اس شبہے کو تقویت پہنچائی ہے کہ کئی اور آیتیں بھی ضائع ہو گئی ہیں حتیٰ کہ ایک مکمل سورت بھی غائب ہے۔ لیکن موصوف کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہ استدلال کئی لحاظ سے غلط اور باطل ہے۔

(الف) یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے تھے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے حافظ قرآن اس جنگ کے بعد زندہ سلامت مدینہ منورہ لوٹ آئے تھے اور شہر میں بھی قرآن کے حافظوں اور قاریوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جنھوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی۔ قرآن کے ان بے شمار محافظوں کی موجودگی میں مکمل قرآن یا اس کے کسی حصے کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔

(ب) پادری صاحب نے اپنا زور قلم اس بات پر صرف کیا ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ جو جنگ یمامہ میں شرکت کرنے والے قاریوں کو ہی یاد تھا ان کی شہادت کے وقت ضائع ہو گیا اس سے وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم کا جو (بہت سا) حصہ شہداء یمامہ کو یاد تھا وہ اور کسی کو حفظ نہیں تھا لہٰذا ان کی شہادت کے ساتھ ہی قرآن کا بہت سا حصہ بھی "شہید" ہو گیا۔ اور جمع و تدوین قرآن کے وقت یہ "ضائع شدہ حصہ" مصاحف میں جگہ نہ پا سکا اور اس وقت جو قرآن مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے وہ (خاکم بدہن) مکمل نہیں ہے۔

پادری صاحب کا قلم جو چاہے لکھتا رہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ واقعۂ یمامہ میں شہید ہونے والے قاریوں کو جتنا قرآن یاد تھا اتنا ان لوگوں کے سینوں میں بھی محفوظ تھا جو زندہ موجود تھے۔ دور نبوت میں جن لوگوں کو مکمل قرآن یاد تھا ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اگر بالفرض یمامہ کی جنگ میں شہید ہونے والے قاریوں کی تعداد' مذکورہ تعداد سے کئی گنا زیادہ ہوتی تو بھی قرآن کو کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا۔ مزید برآں رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگرانی میں مختلف اشیاء پر جو قرآن لکھوایا تھا وہ بھی اپنی اصلی حالت میں شروع سے آخر تک مکمل موجود تھا۔ ان تاریخی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے خود فیصلہ کیجئے کہ قرآن مکمل اور اپنی اصلی شکل میں محفوظ تھا یا اس کا کوئی جزء ضائع ہو گیا تھا؟

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

(ج) پادری صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے ابن ابی داود کی جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ روایت منقطع ہے (جو ضعیف کی ایک قسم ہے)(☆) ایسی ضعیف روایات سے قرآن کی صحت اور حفاظت (جو تواتر سے ثابت ہے) قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ پادری صاحب نے اس روایت کا صرف وہی حصہ نقل کیا ہے جس سے ان کا الو سیدھا ہوتا تھا اور جس حصے میں ضعف کا اشارہ پایا جاتا ہے اسے نظرانداز کر گئے ہیں' کیا علمی دیانت اسی کا نام ہے؟ کیا کوئی عقلمند اس خیانت کو تحقیق کا نام دے سکتا ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



انہوں نے روایت کے شروع میں سند (راویوں کے نام) نہیں لکھی- جبکہ ابن ابی داود نے یہ روایت مکمل سند کے ساتھ لکھی ہے- اگر پادری صاحب بھی مکمل سند لکھتے تو روایت کا منقطع ہونا واضح ہو جاتا اور ان کا استدلال دھرے کا دھرا رہ جاتا-

۲- انہوں نے روایت کا آخری فقرہ

"وکان اول من جمعه فی المصحف" (۸۶)

بھی مکمل حذف کر دیا ہے- جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قرآن کو مصحف (کتابی شکل) میں جمع کیا تھا- اس فقرے سے روایت کے ضعف میں مزید اضافہ ہو گیا ہے کیونکہ متعدد صحیح روایات کی رو سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنے عہد خلافت میں قرآن کو مصحف میں جمع کرایا تھا' نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ-

۳- اس ضعیف اور مشکوک روایت کی بنا پر یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن حکیم کی ایک آیت یا کئی آیتیں ضائع ہو گئی ہیں کہاں تک صحیح ہے؟ اس کا فیصلہ ہم اپنے انصاف پسند قارئین پر چھوڑتے ہیں-

(د) جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی شہادت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ نے قرآن کو کتابی شکل میں یکجا کرنے کی تحریک اٹھائی اور اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر قرآن کے قاری اسی طرح شہید ہوتے رہے تو (مستقبل میں) ممکن ہے قرآن ضائع ہو جائے- لہٰذا ضروری ہے کہ اسے کتابی شکل میں یکجا کر کے محفوظ کر لیا جائے- حضرت امام بخاریؒ نے حضرت عمر رضی اللہ کے خدشے کو (ان کے اپنے الفاظ میں) یوں بیان کیا ہے'

"ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن-" (۸۷)

(جنگ) یمامہ کے دن قرآن کے قاریوں کا کثرت سے قتل ہوا ہے- مجھے ڈر ہے کہ اگر اسی طرح مختلف علاقوں (جنگ کے محاذوں) میں قاری کثرت سے قتل ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ہاتھ سے نکل جائے گا-

---

(☆) اس روایت کے ضعف پر ہم گزشتہ صفحات میں مفصل بحث کر چکے ہیں-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس قول سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستقبل میں پیش آنے والے ایک خطرے کی بو سونگھ لی تھی اور اس سے بچنے کے لیے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے اور کتابی شکل میں لکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعۂ یمامہ کے بعد دور صحابہ ہی میں قرآن کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ لاحق ہو گیا تھا اور اس کا تو دور دور تک کوئی امکان ہی نہیں تھا کہ اس دور میں کوئی آیت یا کوئی سورت ضائع ہو گئی ہو گی۔

(ھ) پادری صاحب نے جن آیتوں اور ایک سورت کے ضائع ہونے کا الزام لگایا ہے ان کی بنیاد ان روایتوں پر ہے جن کی قرآن کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اہل علم ان روایات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ذیل میں ہم ان روایات پر محدثین کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں نقد و تبصرہ کرتے ہیں۔

## آیت رجم

بعض روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ آیت رجم قرآن حکیم کا حصہ تھی لوگ اسے پڑھتے تھے پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن حکم باقی رہا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔ مختلف روایات میں اس آیت کو مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً

۱۔ "الشیخ والشیخة فارجموهما البتة۔"

۲۔ "الشیخ الشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة۔"

۳۔ "الشیخ والشیخة فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة۔"

۴۔ "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة۔"

۵۔ "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من اللّٰہ و رسوله۔"

۶۔ "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من اللّٰہ واللّٰہ عزیز حکیم۔"

۷۔ "اذا زنا الشیخ والشیخة فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة۔"

۸۔ "اذا زنا الشیخ والشیخة فارجموهما البتة نکالا من اللّٰہ واللّٰہ عزیز حکیم۔" (۸۸)

(الف) اگر یہ واقعی قرآن حکیم کی ایک آیت تھی اور لوگوں کو یاد بھی تھی تو اس کے الفاظ میں اتنا نمایاں اختلاف کیوں ہے؟ الفاظ کا یہ اختلاف اور اضطراب اس بات کا غماز ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(ب) اس آیت کے الفاظ اور ان کی باہمی ترکیب قرآن کے معیار فصاحت پر پوری نہیں اترتی ذوق سلیم باور نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس انداز کی کوئی آیت نازل فرمائی ہو گی۔ اسے قرآن حکیم کی ایک آیت تسلیم کرنا مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے مترادف ہے۔

(ج) کتب احادیث میں کوئی ایسی مرفوع روایت نہیں ملتی جس میں یہ وضاحت کی گئی ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے،

۱۔ اسے قرآن حکیم کی ایک آیت قرار دیا تھا۔

۲۔ پھر اس کی تلاوت کو منسوخ کر دیا تھا اور،

۳۔ یہ حکم صادر فرمایا کہ اسے مصحف سے خارج کر دیا جائے۔

(د) مؤطا امام مالکؒ، بخاری اور مسلم کے علاوہ حدیث کی متعدد کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے کے دوران رجم کی سزا کا ذکر کیا تھا۔ (۸۹)

ان روایات سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حکم رجم کی کوئی مستقل آیت تھی لیکن صحیح روایات کی رو سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت رجم کے وہ الفاظ بیان کیے ہوں جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔

(ھ) متعدد روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ میرے بارے میں یہ باتیں بنائیں گے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے تو میں اس آیت (رجم) کو قرآن میں یا اس کے حاشیہ پر درج کر دیتا۔ (۹۰) روایات کے اس حصے پر مزید غور و خوض کیجئے۔ اگر آیت رجم واقعی قرآن کی کوئی آیت تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے جری اور نڈر شخص کو اسے درج مصحف کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔

(و) "مصحف ام" کی تدوین کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرات عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو اجزاء قرآنی کی تلاش و جستجو پر مامور کیا تھا۔ بالفاظ دیگر "مصحف ام" کی جمع و تدوین کے مکمل اختیارات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور ان پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ اگر آیت رجم قرآن حکیم کی ایک آیت ہوتی تو ناممکن تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں مصحف میں درج ہونے سے رہ جاتی۔ اس کا درج مصحف نہ ہونا ہی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ قرآن کی آیت نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ز) علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں۔

"ان کون الناسخ السنة القطعية اولى من كون الناسخ ما ذكر من الاية لعدم القطع بثبوتها قرآنا' ثم نسخ تلاوتها' و ان ذكرها عمر رضى اللّٰه عنه و سكت الناس۔ فان كون الاجماع السكوتى حجة مختلف فيه و بتقدير حجيته لانقطع بان جميع المجتهدين من الصحابة رضى اللّٰه عنهم كانوا اذ ذاک حضورا' ثم لاشک فی ان الطريق فی ذلک الى عمر رضى اللّٰه تعالٰى عنه ظنى و لهذا واللّٰه تعالٰى اعلم قال على كرم اللّٰه تعالٰى وجهه حين جلد شراحة ثم رجمها: جلدتها بكتاب اللّٰه تعالٰى و رجمتها بسنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و لم يعلل الرجم بالقرآن المنسوخ التلاوة۔" (۹۱)

(شادی شدہ زنا کار کے حق میں سورت نور کی دوسری آیت کے حکم سزائے تازیانہ کو) منسوخ کرنے والی چیز سنت قطعیہ کو ٹھہرانا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت آیت مذکورہ (الشیخ والشیخة --- الخ) کے' کیونکہ اس کا قرآن کی آیت ہونا اور پھر منسوخ ہو جانا یقینی طور پر ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر اپنے خطبے میں کیا تھا اور لوگ اسے سن کر خاموش رہے' کیونکہ خاموش اجماع کا حجت ہونا مختلف فیہ معاملہ ہے۔ اگر اسے حجت مان لیا جائے تو ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اس موقع پر تمام مجتہد صحابہ کرام موجود تھے۔ پھر اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس روایت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت ظنی ہے۔ یہی وجہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے جب شراحہ نامی ایک عورت کو کوڑوں اور سنگسار کی سزا دی تو فرمایا تھا کہ میں نے اسے کتاب اللہ کی رو سے کوڑے لگوائے اور سنت رسول اللہ کے مطابق سنگسار کرایا ہے۔ اس معاملے میں انہوں نے سنگسار کرنے کے لئے قرآن کی اس آیت سے استدلال نہیں کیا جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔

(ح) مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالٰی سورت نور کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"بعض روایات میں جو اس جگہ ایک مستقل آیت (الشیخ والشیخة) کے الفاظ مذکور ہیں وہ اسناد و ثبوت کے اعتبار سے اس درجہ میں نہیں کہ اس کی بنا پر قرآن میں اس کا اضافہ کیا جا سکے۔ حضرات فقہاء نے جو اس کو منسوخ التلاوة غیر منسوخ الحکم کی مثال میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پیش کیا ہے وہ مثال ہی کی حیثیت میں ہے اس سے درحقیقت اس کا آیت قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا۔" (۹۲)

## آیت رضاع

آیت رجم کی طرح آیت رضاع کا بھی قرآن حکیم کی ایک آیت کے طور پر ثبوت نہیں ملتا' تاہم محدث ابن ماجہؒ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں آیت رجم اور آیت رضاع کا ذکر ہے۔ محدث موصوف کا بیان ہے۔

" عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا قالت: لقد نزلت آیة الرجم و رضاعة الکبیر عشرا۔ ولقد کان فی صحیفة تحت سریری۔ فلما مات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وتشاغلنا بموته' دخل داجن فاکلھا۔" (۹۳الف)

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آیت رجم اور آیت رضاع دونوں نازل ہوئی تھیں۔ یہ دونوں آیتیں ایک پرچے پر لکھی ہوئی میری چارپائی کے نیچے دھری تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے اسی اثنا میں ایک پالتو جانور اندر آیا اور اس پرچے کو نگل گیا۔

علامہ جورقانی' ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ھذا حدیث باطل تفرد به محمد بن اسحاق وھو ضعیف الحدیث وفی اسناد ھذا الحدیث بعض الاضطراب۔" (۹۳ب) یہ حدیث باطل ہے۔ اسے بیان کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہے جو حدیث کے معاملے میں ضعیف ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں کچھ اضطراب بھی ہے۔"

اس روایت پر استاد حدیث شیخ محمد مصطفٰی اعظمی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" فیه محمد بن اسحاق و ھو مدلس و قد عنعنه۔" (۹۴)

اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جو تدلیس کرتا ہے۔ اور اس نے یہ روایت "عن" کے لفظ سے بیان کی ہے۔

یہ راوی محمد بن اسحاق بن یسار صاحب المغازی ہے۔ علماء جرح و تعدیل نے اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ یحییٰ بن معین لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"وثقه غير واحد، ووهّاه آخرون۔"(۹۵)

"چند علماء نے اسے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ دوسروں نے اسے ضعیف ٹھہرایا ہے۔

ذیل میں ہم ان توثیق اور تضعیف کرنے والے علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

## جرح

۱۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۔ "ليس بالقوى۔"(۹۶) یہ راوی قوی نہیں ہے۔

۲۔ سلیمان تیمیؒ ۔ "كذاب۔"(۹۷) بہت جھوٹا ہے۔

۳۔ ابوداودؒ ۔ "قدري معتزلي۔"(۹۸) وہ قدریہ اور معتزلہ سے تعلق رکھتا ہے۔

۴۔ وہیبؒ ۔ "سالت مالكا عن ابن اسحاق فاتهمه۔"(۹۹) میں نے حضرت امام مالکؒ سے محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے متہم راوی قرار دیا۔

۵۔ حماد بن سلمة "ما رويت عن ابن اسحاق الا باضطرار۔"(۱۰۰) میں نے محمد ابن اسحاق سے بامر مجبوری روایت لی ہے۔

(۶) دار قطنی۔ "لا يحتج به۔"(۱۰۱) وہ قابل حجت نہیں ہے یعنی اس کی روایت سے کوئی استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

۷۔ امام احمد بن حنبلؒ ۔ "هو كثير التدليس جدا"(۱۰۲) وہ کثرت تدلیس کا مرتکب ہے۔

۸۔ عبدالغفار سلیمان۔ "صدوق يدلس امام المغازى ورمى بالتشيع والقدر"(۱۰۳) وہ سچا ہے، تدلیس کرتا ہے۔ مغازی کا امام ہے۔ اس پر شیعہ اور قدری ہونے کا الزام ہے۔

## تعدیل

۱۔ یحییٰ بن معینؒ ۔ "هو صالح الحديث۔ وقال مرة: ثقة و ليس بحجة"(۱۰۴) حدیث کے بارے میں وہ صالح ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ وہ ثقہ ہے لیکن حجت نہیں ہے۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ "هو حسن الحديث"(۱۰۵) وہ حدیث کے معاملے میں اچھا ہے۔

۳۔ علی بن مدینیؒ۔ "حديثه عندى صحيح"(۱۰۶) میرے نزدیک اس کی (بیان کردہ) حدیث صحیح ہے۔

۴۔ شعبہؒ ۔ "ابن اسحاق امير المؤمنين فى الحديث" و قال مرة: "هو صدوق"(۱۰۷) ابن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اسحاق حدیث کے امیرالمؤمنین ہیں- مزید فرمایا کہ وہ سچے ہیں-

۵- احمد بن عبداللہ عجلیؒ- " ابن اسحاق ثقة "[۱۰۸] ابن اسحاق ثقہ راوی ہے-

۶- ابن عدیؒ- " لا بأس به "[۱۰۹] اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے-

## قول فیصل

علامہ ذہبیؒ- " وکان احد اوعیة العلم حبرا فی معرفة المغازی والسیر ولیس بذاک المتقن فانحط حدیثه عن رتبة الصحة وهو صدوق فی نفسه مرضی- "[۱۱۰]

"محمد بن اسحاق علم کا ایک ذخیرہ تھا مغازی اور سیرت کا متبحر عالم تھا' لیکن وہ ضابط نہیں تھا اس لئے اس کی بیان کردہ حدیث صحت کے درجے سے گر گئی ہے- وہ فی نفسہ سچا اور پسندیدہ شخص تھا-"

محمد بن اسحاق کی "سیرت" تو قبول کی گئی ہے لیکن اس کی روایات شدید جرح و تنقید کا نشانہ بنتی رہی ہیں جن میں سے ایک روایت زیر بحث بھی ہے- اس راوی پر کی جانے والی جرح و تعدیل سے قطع نظر محدثین کا صرف یہی ایک اصول کہ قرآن کے باب میں شک و شبہ پیدا کرنے والی روایات قابل قبول نہیں ہیں' پیش نظر رکھتے ہوئے خود فیصلہ کیجئے کہ آیت رجم اور آیت رضاع والی روایتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں-

علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

" واما مایحکی ان تلک الزیادة کانت فی صحیفة فی بیت عائشة رضی الله تعالٰی عنها فاکلتها الداجن فمن تالیفات الملاحدة والروافض- "[۱۱۱]

"اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ (سورۃ احزاب میں) اضافہ جات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک پرچے پر لکھے ہوئے تھے جسے بکری کھا گئی تھی یہ سب ملحدوں اور روافض کی خرافات ہیں-

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

" واما ما یحکی من ان تلک الزیادة کانت فی صحیفة فی بیت عائشة رضی الله تعالٰی عنها فاکلتها الداجن فمن تالیف الملاحدة والروافض- "[۱۱۲]

"یہ کہانی کہ وہ اضافے ایک پرچے پر لکھے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



انہیں بکری کھا گئی تھی، ملحدوں اور روافض کی من گھڑت داستان ہے۔
علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

" واما کون الزیادۃ کانت فی صحیفۃ عند عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا فاکلھا الداجن فمن وضع الملاحدۃ وکذبھم فی ان ذلک ضاع باکل الداجن من غیر نسخ کذافی الکشاف۔ "(۱۱۳)

(سورہ احزاب کا) اضافی حصہ جو ایک پرچے پر درج حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا اور جسے بکری کھا گئی تھی یہ ملحدوں کی ساختہ پرداختہ کہانی اور جھوٹا افسانہ ہے اس سے وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ حصۂ قرآنی منسوخ نہیں ہوا بلکہ بکری کے کھانے سے ضائع ہو گیا ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے بھی اپنی تفسیر "کشاف" میں انہیں خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ان روایات کے بارے میں محدثین اور مفسرین کا حتمی فیصلہ یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں، بلکہ مخالفین کی گھڑی (موضوع) ہوئی ہیں۔ ان کی طرف التفات مناسب ہے نہ ان سے استدلال۔

## ایک سورت گم گشتہ

صاحب "دبستان مذاہب" نے اپنی کتاب میں مختلف مذاہب کے اعتقادات، نظریات اور ان کی مقدس کتابوں کے بارے میں بہت سی معلومات جمع کر دی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے دو فرقوں اہل سنت اور اہل تشیع کا بھی ذکر کیا ہے، اور ان کے خیالات وغیرہ بھی قلمبند کئے ہیں۔ اہل تشیع کے ذکر میں انہوں نے قرآن کے بارے میں ان کے عقائد اور نظریات بھی لکھے ہیں۔ اسی ضمن میں انہوں نے "سورۃ نورین" بھی نقل کی ہے جو کتاب کے ڈیڑھ صفحے پر محیط ہے۔ (۱۱۴) اس نقل سے نہ اس کا حصۂ قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ یہ کہ شیعہ اسے قرآن کی ایک سورت مانتے ہیں۔ اہل سنت کی کتب میں اس نام نہاد سورت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ اہل تشیع کے مطابع میں چھپنے والے قرآنی نسخے اور ان کے علماء کی تفسیریں بھی اس سورت سے پاک ہیں۔ مزید برآں اس سورت کے الفاظ، فقرے اور مضامین قرآن کے معیار فصاحت و بلاغت سے فروتر ہیں۔ کوئی ذی شعور انسان اسے قرآن کی سورت کے طور پر قبول نہیں کر سکتا۔

"سورت نورین"، "آیت رجم" اور "آیت رضاع" کی بنیاد جن روایتوں پر رکھی گئی ہے وہ پرلے درجے کی ضعیف اور تار عنکبوت سے بھی کمزور تر ہیں ان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ وحی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



الٰہی کے ثقل کو برداشت کر سکیں۔

افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللّٰہ و رضوان خیر ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھاربہ فی نار جھنم۔ واللّٰہ لا یھدی القوم الظٰلمین۔ (۱۱۵)

## عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیئے

پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

"امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے' قال ابوعبیدۃ حدثنا اسمعیا (اسماعیل) بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن عمر (ابن عمر) قال: لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ ومایدریہ ماکلہ قد ذھب منہ قرآن کثیرا (کثیر)۔

یعنی تم میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں دعویٰ کر سکتا کہ اس نے پورا اور مکمل قرآن حاصل کیا ہے اور اس کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ مکمل اور پورا قرآن حاصل کیا ہے۔ جبکہ اس قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے ضائع ہو گیا ہے۔" (۱۱۶)

فریق مخالف کی کتب سے روایات اور اقتباسات وغیرہ احتیاط سے نقل کئے جاتے ہیں اور ان کا ترجمہ بھی مکمل دیانتداری سے کیا جاتا ہے تاکہ مخالف پر حجت پوری ہو سکے اور اپنا دعویٰ بھی منوایا جا سکے اس کے برعکس کسی عبارت کو سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کرنے' نقل میں غلطیوں کے ارتکاب اور غلط ترجمہ کرنے سے مدعی کی اپنی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ اس طرز عمل سے ایک تو اس کا اپنا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا دوسرے مخالف یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کا واسطہ جس شخص سے پڑا ہے وہ بحث کے میدان میں اناڑی اور فن مناظرہ سے بالکل کورا ہے۔ کچھ یہی حال پادری برکت اللہ کا ہے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں قرآن' اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ پر جس اوچھے انداز سے رکیک حملے کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی علوم پر عبور نہیں رکھتے ان کا مبلغ علم افواہوں اور سنی سنائی باتوں تک محدود ہے۔ تحقیق و جستجو کی وادی سے ان کا گزر نہیں ہوا۔ انہوں نے تلاش و تتبع کے خار زار میں قدم نہیں رکھا۔ ان کی لمبی چوڑی ڈگریاں "جہل مرکب" کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے ان کی تحریروں کے جتنے اقتباسات پیش کئے ہیں ان سے ان کے "علم اور ہمہ دانی" کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے (کہ صاحب کتنے پانی میں ہیں) نیز درج بالا اقتباس بھی ان کی انوکھی علمیت کی غمازی کر رہا ہے اس مقام پر ان کے قلم نے جو ٹھوکریں کھائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہیں ان پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں!

(الف) اس روایت میں قسیس معظم نے دو راویوں کے نام غلط لکھے ہیں۔ "اسماعیل" (یا اسمٰعیل) کو "اسمعیا" اور "ابن عمر" کو "عمر" لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ پہلی غلطی کاتب کی غفلت کا نتیجہ ہو اور آرچ ڈیکن صاحب نے "اسماعیل" یا "اسمٰعیل" ہی لکھا ہو لیکن کیا دوسری غلطی بھی کاتب کے سر تھوپی جاسکتی ہے؟ کیا وہ اتنا ہی گیا گزرا تھا کہ اسے باپ اور بیٹے میں کوئی فرق نظر نہیں آیا؟

(ب) پادری صاحب نے روایت کے آخری الفاظ "قرآن کثیراً" لکھے ہیں جو گرائمر کی رو سے غلط ہیں، صحیح الفاظ "قرآنٌ کثیرٌ" ہیں، یعنی "قرآن" موصوف اور "کثیر" اس کی صفت ہے لہٰذا دونوں کو مرفوع (پیش والے) ہونا چاہئے کیونکہ موصوف اور صفت کا اعراب یکساں ہوتا ہے۔ انہوں نے "قرآن" کو مرفوع اور "کثیر" کو منصوب (زبر والا) لکھ کر گرائمر کی فاش غلطی کی ہے جس کی نہ کوئی توجیہ کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی تاویل۔

(ج) پادری صاحب نے اس روایت کے ترجمہ میں بھی جابجا غلطیاں کی ہیں جن سے ان کی عربی دانی (بلکہ نادانی) کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم عربی الفاظ کا صحیح ترجمہ اور موصوف کا (غلط) ترجمہ نقل کر رہے ہیں۔ دونوں کا تقابل کیجئے اور پادری صاحب کے نرالے ترجمہ کی داد دیجئے۔

"لا یقولن احدکم"

آفاقی: "تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے۔"

پادری صاحب: "تم میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں دعوٰی کر سکتا۔" (کیا لاجواب اردو ہے!)

"قد اخذت القرآن کله"

آفاقی: "میں نے مکمل قرآن حاصل کر لیا ہے۔"

پادری صاحب: "کہ اس نے پورا اور مکمل قرآن حاصل کیا ہے۔"

"وما یدریه ما کله۔"

"آفاقی: "اسے کیا معلوم کہ مکمل قرآن کتنا ہے۔"

پادری صاحب: "اور اس کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ مکمل اور پورا قرآن حاصل کیا ہے۔"

"قد ذهب منه قرآن کثیر۔"

آفاقی: "(کیونکہ) اس میں سے قرآن کا بہت سا حصہ جاتا رہا ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پادری صاحب: جب کہ اس قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے ضائع ہو گیا ہے۔"

(د) پادری صاحب نے اس روایت کو نقل کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے لہٰذا موجودہ قرآن ناقص اور ادھورا ہے اور کسی شخص کو یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ اس نے پورا اور مکمل قرآن پڑھ لیا ہے یا یاد کر رکھا ہے۔ لیکن اگر اس روایت کو اس سیاق و سباق میں رکھ کر پڑھا جائے' جہاں علامہ سیوطیؒ نے اسے درج کیا ہے تو اس کا مفہوم ہی کچھ اور نکلتا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے "الاتقان" کی دوسری جلد ۴۷ویں نوع میں قرآن کے ناسخ و منسوخ پر ایک لمبی چوڑی بحث کی ہے۔ اس میں انہوں نے منسوخ آیات کی کچھ قسمیں بیان کی ہیں۔ جن میں تیسری قسم ان آیات پر مشتمل ہے جن کی تلاوت تو منسوخ ہوئی ہے لیکن ان کا حکم باقی ہے پھر اس کی مثالیں دیتے ہوئے چند روایات درج کی ہیں۔ ان میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی نقل کی ہے (یہی روایت جس پر ہم بحث کر رہے ہیں) پادری صاحب نے یہ روایت بھی ادھوری نقل کی ہے۔ اس کا آخری فقرہ (جو انہوں نے چھوڑ دیا ہے) حسب ذیل ہے۔

"ولکن لیقل قد اخذت منه ما ظهر۔" (۱۱۷)

"لیکن اسے یہ کہنا چاہئے کہ میں نے اتنا (قرآن) حاصل کیا ہے جتنا موجود ہے۔"

اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب یہ روایت صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اس کی توجیہ و تاویل یہ ہو گی کہ یہ قول کمال احتیاط پر مبنی ہے حضرت ابن عمرؓ قرآن کے منسوخ اور غیر منسوخ اجزاء سب پر قرآن کا اطلاق کیا کرتے تھے ان کے نزدیک پورا اور مکمل قرآن موجودہ (غیر منسوخ) اور منسوخ شدہ آیات کے مجموعہ کا نام تھا۔ لہٰذا جس نے غیر منسوخ شدہ (موجودہ) قرآن پڑھ لیا ہوتا تو اس کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اس نے مکمل قرآن نہیں پڑھا کیونکہ اسے پتہ ہی نہیں ہے کہ کون کون سی آیات منسوخ ہو گئی ہیں اور مصحف میں درج نہیں کی جاتیں۔ اسی سے ملتا جلتا ان کا یہ قول بھی منقول ہے۔

"عبداللہ بن عمر در گفتگو ایں قسم احتیاطها بسیار مرعی می داشت چنانچہ ابن ابی شیبہ و دیگراں از و روایت کردہ اند کہ او منع می کرد از گفتن ایں کہ صمت رمضان کلہ' زیرا کہ شب داخل رمضان است و محل صوم نیست۔" (۱۱۸)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی گفتگو میں اس قسم کی احتیاط بکثرت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(محدث) ابن ابی شیبہ اور دوسرے (محدثین) نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ اس بات سے بھی منع کرتے تھے کہ کوئی یہ کہے کہ اس نے پورے رمضان کے روزے رکھ لئے ہیں۔ کیونکہ رمضان میں رات بھی داخل ہے حالانکہ رات کو روزہ نہیں ہوتا۔"

جس شخص نے رمضان کے پورے روزے رکھے ہوتے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس طرح اسے منع کرتے تھے کہ وہ "صمت رمضان کلہ" نہ کہے اسی طرح جس شخص نے مکمل قرآن پڑھ لیا ہوتا اسے بھی روکتے تھے کہ وہ یہ نہ کہے " اخذت القرآن کلہ " یہ ان کی گفتگو میں احتیاط کی انتہا تھی' لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔

(ھ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی مندرجہ بالا توجیہ ہم نے اس شرط پر کی ہے کہ ان کی طرف منسوب (زیر بحث) روایت پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہو' بصورت دیگر پادری صاحب اس روایت سے یہ استدلال نہیں کرسکتے کہ قرآن کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہے۔

(و) پادری صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب روایت تو نقل کر دی ہے لیکن یہ نہیں دیکھا کہ محدثین نے اس روایت پر کیا جرح کی ہے۔ اگر ان کے پاس جرح و تعدیل کا کوئی پیمانہ نہیں تھا تو کم از کم قاضی ابوبکرؒ کی اس رائے ہی کو دیکھ لیا ہوتا جسے علامہ سیوطیؒ نے مندرجہ بالا روایت کے بعد نقل کیا ہے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں:

**تنبیہ:** حکی القاضی ابوبکر فی "الانتصار" عن قوم انکار هذا الضرب لان الاخبار فیه اخبار آحاد ولا یجوز القطع علی انزال القرآن و نسخه باخبار آحاد لا حجة فیها۔"(۱۱۹)

**تنبیہ:** قاضی ابوبکرؒ نے "کتاب الانتصار" میں علماء کی ایک جماعت سے نسخ کی اس نوع کا انکار نقل کیا ہے' کیونکہ اس کے متعلق احاد خبریں آئی ہیں اور قرآن کے نازل ہونے یا اس کے نسخ پر ایسی اخبار احاد سے قطع (یقین) حاصل نہیں ہوتا جو حجت نہ ہوں۔

غرض وہ تمام روایات جن میں یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ منسوخ ہو گیا ہے' خبر واحد کے قبیل سے ہیں ان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ قرآن متواتر کا مقابلہ کر سکیں۔ محدثین کے اصول کے مطابق ان روایات سے نہ تو کوئی استدلال کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کی بنیاد پر قرآن حکیم کے خلاف کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ اس باب میں صرف وہی روایت قابل قبول ہوتی ہے جو قرآن حکیم کی طرح متواتر ہو۔ اگر پادری صاحب کے پاس ایسی کوئی متواتر روایت ہو تو پیش کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"هل عندکم من علم فتخرجوه لنا ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون۔ (۱۲۰)

(ز) پادری صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب روایت نہ صرف ادھوری نقل کی ہے بلکہ نقل کرتے ہوئے کچھ غلطیاں بھی کی ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ انہوں نے امام سیوطیؒ کی کتاب "الاتقان" کی شکل تک نہیں دیکھی، بلکہ کسی اور کتاب سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اگر ان کی رسائی اصل کتاب تک ہوتی تو وہ ان اغلاط کے مرتکب نہ ہوتے۔ اور اگر قاضی ابو بکرؒ کا فیصلہ پڑھ لیتے تو سرے سے اس روایت کو نقل ہی نہ کرتے۔ کیا طرفہ تماشا ہے کہ صاحب چلے تو ہیں قرآن ایسی عظیم کتاب اور لاجواب کلام پر کلام کرنے اور امہات الکتب تک رسائی نہیں رکھتے ہمیں ان کی اس غفلت مجرمانہ اور علمی بددیانتی پر کلام ہے۔

اے اہل نظر! ذوق نظر خوب ہے، لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## مآخذ' مراجع اور تعلیقات بہ حوالہ جات

۱ پادری صاحب نے سورہ شوریٰ کی اس آیت کا نمبر غلط لکھا ہے صحیح نمبر ۵۱ ہے۔
۲ قدامت واصلیت اناجیل اربعہ' پادری برکت اللہ' پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور طبع ۱۹۵۹ء ج:۱' ص:۱۸۷۔
۳ پیدائش ۳ :۹' ۱۰۔
۴ خروج ۲۰: ۲۲' ۲۳۔
۵ استثنا ۱۸: ۱۷' ۱۸۔
۶ کیتھولک بائیبل تکوین ۱۸: ۲۱ کے تحت حاشیہ دیکھئے۔
۷ سورۃ شوریٰ ۴۲ / ۵۱۔
۸ سورۃ الاعراف ۷ / ۱۴۳۔
۹ استثنا ۸: ۳۔
۱۰ یسعیاہ ۵۸: ۱۴۔
۱۱ ایضاً ۶۲: ۲۔
۱۲ قدامت واصلیت اناجیل اربعہ ج:۱' ص:۱۸۷۔
۱۳ ایضاً ج:۱' ص:۱۸۸۔
۱۴ Life of Muhammad بحوالہ تاریخ القرآن' صارم ص:۳۶۔
۱۵ Life of Muhammad بحوالہ تاریخ القرآن' جیراجپوری ص:۵۵۔
۱۶ فتح الباری' حافظ ابن حجرؒ ج:۹' ص:۱۳۔
۱۷ تاریخ افکار وعلوم اسلامی' علامہ راغب طباخ' اردو ترجمہ افتخار احمد بلخی' اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور طبع ۱۹۸۷ ج:۱' ص:۱۲۱۔
۱۸ صحت کتب مقدسہ' پادری برکت اللہ' پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور طبع ۱۹۶۸ ص:۲۱۸ تا ۲۲۰۔
۱۹ قدامت واصلیت اناجیل اربعہ ج:۱' ص:۳۷' ۳۸۔
۲۰ ایضاً ج:۱' ص:۱۷۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۲۱ ایضاً ج:۱، ص:۱۸۹۔

۲۲ ایضاً ج:۱، ص:۱۷۳۔

۲۳ ایضاً ج:۱، ص:۱۸۹۔

۲۴ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء۔

۲۵ تاریخ القرآن، صارم ص:۲۰۷۔

۲۶ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، حافظ ابن حجرؒ ج:۱، ص:۵۴۳۔

۲۷ الاعلام، علامہ خیر الدین زرکلیؒ ج:۳، ص:۹۵، ۹۶۔

۲۸ قدامت واصلیت اناجیل اربعہ ج:۱، ص:۱۸۹۔

۲۹ ایضاً ج:۱، ص:۱۸۹۔

۳۰ کتب سماوی پر ایک نظر، مولانا سید ذوقی شاہ، اقبال اکیڈمی لاہور ص:۱۸ تا ۲۳۔

۳۱ ایضاً ص: ۵۴۔

۳۲ نوید جاوید، مولانا سید ناصر الدین، نور محمد مالک کارخانہ تجارت کتب قریب جامع مسجد دہلی طبع ۱۳۴۸ھ ص:۱۵۵ تا ۱۵۷۔

۳۳ انجیل یوحنا ۲۰:۳۰۔

۳۴ انجیل متی ۷:۱ تا ۵، انجیل لوقا ۶:۴۱، ۴۲۔

۳۵ انجیل لوقا ۶:۳۹۔

۳۶ قدامت واصلیت اناجیل اربعہ ج:۱، ص:۱۸۹، ۱۹۰۔

۳۷ ان تمام اقوال کے لئے دیکھئے سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ج:۳، ص:۳۶۹ تا ۳۷۷۔

38 World Book Encyclopedia 1974 V.II Page 291.

39 100 Great Books. John Canning Page 78.

۴۰ استثنا ۲۹:۴۔

۴۱ سورۃ الاعراف ۷/ ۱۷۹۔

۴۲ مولانا حسرت موہانی کے ان خیالات کے لئے دیکھئے ان کی کتاب "نکات سخن" مطبوعہ انتظامی پریس حیدر آباد دکن طبع ششم ص:۶۹، ۷۰، ۱۲۱، ۱۲۲۔

۴۳ کلیات اقبالؒ (فارسی) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ص:۴۷۳ تا ۴۷۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۴۴ ایضا (فارسی) ص:۵۲۵۔

۴۵ کلیات اقبالؒ (اردو) ص:۱۹۲۔

۴۶ سورۃ الرحمٰن ۵۵ / ۱۳ تا ۷۷۔

۴۷ پیدائش ۱:۵ تا ۳۱۔

۴۸ انجیل متی ۱۶: ۲۸ سے انجیل لوقا ۴: ۲۴ تک یہ فقرہ ۲۱ بار استعمال ہوا ہے۔ (بحوالہ کلید الکتاب ص:۹۰۸)

۴۹ صحت کتب مقدسہ ص:۳۲۳۔

۵۰ قاموس الکتاب ص:۱۴۱۔

۵۱ کتاب مقدس (پروٹسٹنٹ بائیبل) ۱۹۶۴ء اعمال ۲۴: ۵، ص۔ ۱۳۴۔

۵۲ کلام مقدس (کیتھولک بائیبل) ۱۹۵۸ء اعمال ۲۴: ۵، ص۔ ۱۸۷۔

۵۳ الکتاب المقدس (عربی بائیبل) ۱۹۸۰ء اعمال ۲۴: ۵، ص۔ ۲۳۶۔

۵۴ مژدہ برای عصر جدید (فارسی) ۱۹۸۲ء اعمال ۲۴: ۵، ص۔ ۳۹۳۔

۵۵ سورۃ یونس ۱۰ / ۸۷

۵۶ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف کراچی ج:۴، ص:۵۶۲۔

۵۷ سورۃ الفتح ۴۸ / ۸۔

۵۸ سورۃ الفتح ۴۸ / ۹۔

۵۹ تدبر قرآن ج:۶، ص:۴۵۰۔

۶۰ زبور ۹:۱ تا ۱۰۔

۶۱ یسعیاہ ۴۳:۱ تا ۶۔

۶۲ یوناہ ۲:۱ تا ۴۔

۶۳ متی ۲۳: ۲۴۔

۶۴ صحت کتب مقدسہ ص:۲۹۰، ۲۹۱۔

۶۵ ایضا ص:۳۲۲۔

۶۶ ایضا ص:۲۵۱، ۲۵۲۔

67a. Timothy 3:16.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com




۶۷ب رسالہ بولس الرسول الاولی الی تیموثاؤس ۳:۱۶۔

۶۸ پادری صاحب نے سورہ طٰہٰ کی اس آیت کا نمبر۔۱۰۳ غلط لکھا ہے۔ جبکہ صحیح نمبر۔۱۱۴ ہے۔

۶۹ اس مقام پر پادری صاحب نے سورہ قیامہ کی آیات ۱۷ اور ۱۹ درج کی ہیں اور درمیانی آیت ۱۸ گول کر گئے ہیں۔ نیز انہوں نے آیت ۱۹ کا نمبر ۱۸ بھی غلط لکھا ہے۔

۷۰ صحت کتب مقدسہ' ص:۲۹۱' ۲۹۲۔

۷۱ البرہان فی علوم القرآن' علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ ج:۱' ص:۲۶۲۔

۷۲ قدامت واصلیت اناجیل اربعہ' ج:۱' ص:۱۸۷' ۱۸۸۔

۷۳ صحیح بخاری باب الترتیل فی القرآۃ۔

۷۴ انجیل مرقس ۴:۹۔

۷۵ یسوع ناصری' فادر آٹو پوسٹما' انڑڈائیسیسن کا تھیکیٹیکل کمشن پاکستان' بشپ ہاؤس ملتان' طبع ۱۹۸۲ء ص:۳۰' ۳۱۔

۷۶ قدامت واصلیت اناجیل اربعہ ج:۱' ص:۲۷۶' ج:۲' ص:۹۵۔

۷۷ یسوع ناصری ص:۱۶۔

۷۸ ہماری کتب مقدسہ' پادری جی ٹی مینلی' مسیحی اشاعت خانہ لاہور' طبع ۱۹۸۱ء ص:۴۲۷' ۴۳۴' ۴۳۴' ۴۴۱' ۴۴۷۔

۷۹ قاموس الکتاب' ایف ایس خیراللہ' مسیحی اشاعت خانہ لاہور طبع ۱۹۸۴ء ص:۸۶۵' ۹۰۰' ۱۱۶۷۔

80 Dictionary of the Bible, John L. Mckenzie, Asian Trading Corporation, Banglor 1984, Pages, 449, 524, 543,554.

۸۱ کلام مقدس (کیتھولک بائیبل) عہد جدید ص:۱۔

۸۲ خدا کی کتاب' پال ارنسٹ کیٹیکیٹکل سنٹر کراچی طبع ۱۹۸۵ء ص:۱۹۔

۸۳ یسوع ناصری ص:۱۴۔

۸۴ ایضاً ص:۱۵۔

۸۵ صحت کتب مقدسہ ص:۲۹۳۔

۸۶ کتاب المصاحف' عبداللہ بن ابی داود ص:۱۶۔

۸۷ صحیح بخاری' باب جمع القرآن۔


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۸۸ مؤطا امام مالک ما جاء فی الرجم حدیث ۔۹' سنن ابن ماجه' ابواب الحدود' باب۔۹' الرجم' مسند احمد بن حنبل ج:۵' ص:۱۸۳' سنن الکبریٰ' امام بیہقی ج:۸' ص:۲۱۱' سنن دارمی ج:۲' ص:۱۷۹' مستدرک حاکم ج:۴' ص:۳۶۰ مجمع الزوائد' ہیثمی' ج:۶' ص:۲۶۵' الفردوس' دیلمی ج:۲' ص:۳۴۷۔

۸۹ مؤطا امام مالک ما جاء فی الرجم' صحیح بخاری' کتاب الحدود' باب رجم الحبلی من الزنا' صحیح مسلم' کتاب الحدود' حدیث ۱۵' جامع ترمذی' کتاب الحدود' باب ۷' سنن ابی داود' کتاب الحدود' باب:۲۳' سنن ابن ماجه ابواب الحدود' باب:۹' سنن دارمی' کتاب الحدود' باب:۱۶' مسند احمد بن حنبل ج:۱' ص:۲۳ تا ۵۵' ج:۵' ص:۱۳۲ مسند طیالسی حدیث ۲۵۔

۹۰ مذکورہ بالا حوالہ جات۔

۹۱ تفسیر روح المعانی ج:۱۸' ص:۷۹۔

۹۲ معارف القرآن ج:۶' ص:۳۳۵۔

۹۲ مقالات کاظمی ج ۱ ص ۲۰۰-۲۰۱

۹۳الف ابن ماجه' ابواب النکاح' باب ۳۶' رضاع الکبیر۔

۹۳ب الاباطیل والمناکیر' الحافظ ابوعبداللّٰہ الحسین بن ابراهیم الجورقانی الهمدانی' ادارۃ البحوث الاسلامیة والدعوۃ والافتاء بالجامعة السلفیة بنارس (الهند) الطبعة الاولی ۱۴۰۳ھ ج۔۲' ص۔۱۴۷۔

۹۴ سنن ابن ماجه' تحقیق شیخ مصطفیٰ اعظمی ج:۱' ص:۳۵۸' حدیث نمبر۱۹۵۲۔

۹۵ میزان الاعتدال ج:۳' ص:۴۶۹۔

۹۶ ایضاً ج:۳' ص:۴۶۹۔

۹۷ ایضاً ج:۳' ص:۴۶۹۔

۹۸ ایضاً ج:۳' ص:۴۶۹۔

۹۹ ایضاً ج:۳' ص:۴۶۹۔

۱۰۰ ایضاً ج:۳' ص:۴۶۹۔

۱۰۱ ایضاً ج:۳' ص:۴۶۹۔

۱۰۲ ایضاً ج:۳' ص:۴۷۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com




۱۰۳ موسوعة رجال الکتب التسعة' عبدالغفار سلیمان البنداری' ج:۳' ص:۳۲۳۔

۱۰۴ میزان الاعتدال ج:۳' ص:۳۶۹۔

۱۰۵ ایضاح:۳' ص:۳۶۹۔

۱۰۶ ایضاح:۳' ص:۳۶۹۔

۱۰۷ ایضاح:۳' ص:۳۶۹۔

۱۰۸ ایضاح:۳' ص:۳۷۵۔

۱۰۹ ایضاح:۳' ص:۳۷۴۔

۱۱۰ تذکرة الحفاظ' علامه ذهبی' ج:۱' ص:۱۷۳۔

۱۱۱ تفسیر الکشاف' علامه زمخشری' آغاز سورة الاحزاب۔

۱۱۲ الجامع لاحکام القرآن' علامه قرطبی' آغاز سورة الاحزاب۔

۱۱۳ تفسیر روح المعانی' علامه آلوسی' آغاز سورة الاحزاب۔

۱۱۴ دبستان مذاهب ص:۲۷۲' ۲۷۳۔

۱۱۵ سورة التوبة ۹ / ۱۰۹۔

۱۱۶ صحت کتب مقدسه ص:۲۹۳' ۲۹۴۔

۱۱۷ الاتقان ج:۲' نوع ۴۷

۱۱۸ تنبیه السفیه' مولانا سیف اللّٰه بن اسد اللّٰه ملتانی بحواله تنبیه الحائرین مولانا محمد عبدالشکور لکهنوی' المکتبة الحسینیه سرگودها ص ۶۔

۱۱۹ الاتقان ج:۲' نوع ۴۷۔

۱۲۰ سورة الانعام ۶ / ۱۴۸۔


© rasailojaraid.com